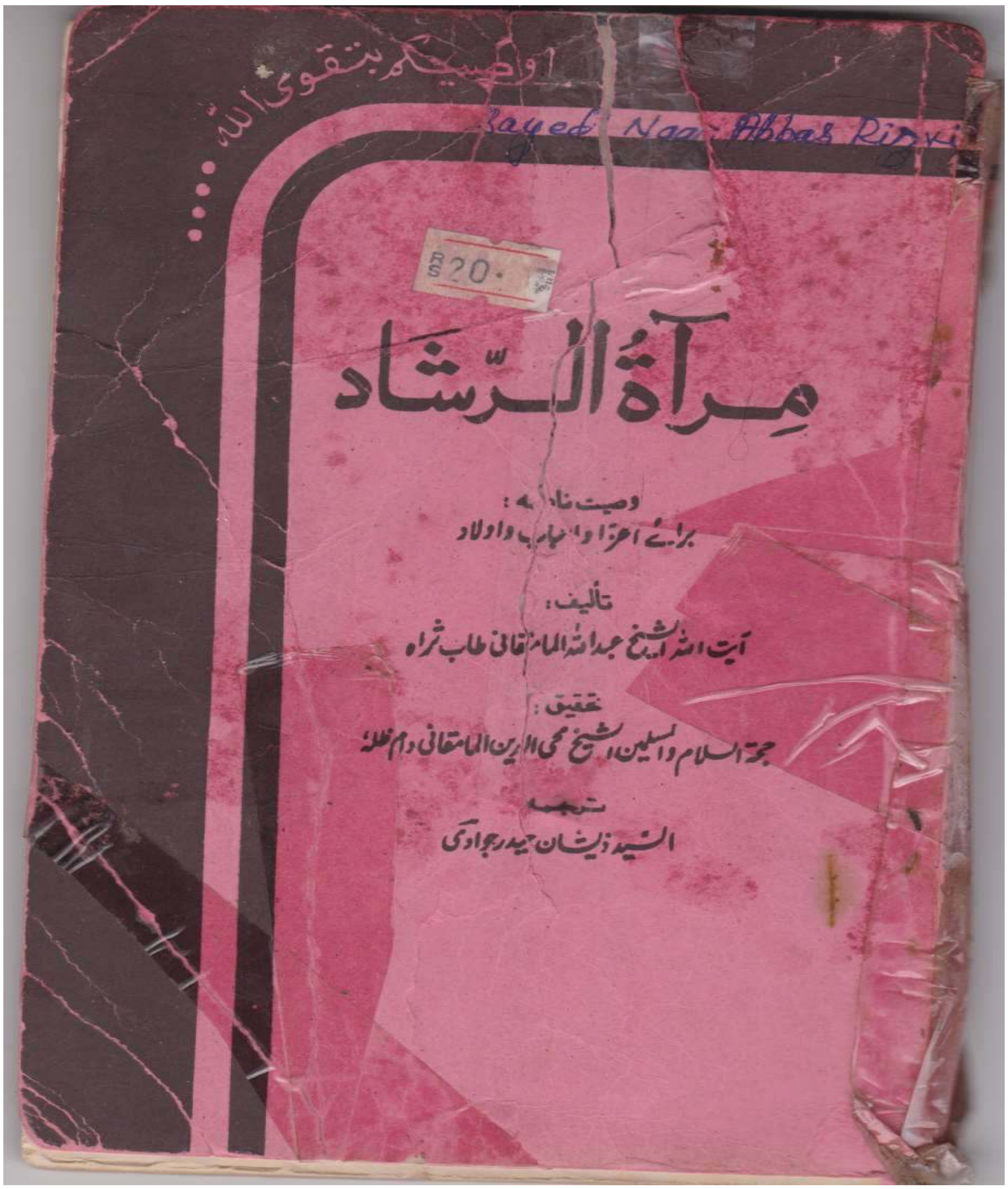


واوصیکم بتقوی اللہ....
Sayed Naqi Abbas Rizvi
Rs 20.
مِرآۃُ الرّشاد
وصیت نامہ:
برائے اعزا و احباب و اولاد
تالیف:
آیت اللہ الشیخ عبداللہ المامقانی طاب ثراہ
تحقیق:
حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ محی الدین المامقانی دام ظلہ
ترجمہ
السید ذیشان حیدر جوادی

باسمہ سبحانہ

مرآۃ الرشاد

وصیّت نامہ

برائے اعزّا و احباب و اولاد

تالیف:
آیۃ اللہ الشیخ عبداللہ المامقانی طاب ثراہ

تحقیق:
حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ محی الدّین المامقانی دام ظلہ

ترجمہ:
السید ذیشان حیدر جوادی

ملنے کا پتہ:
تبلیغ ایمانی، نجفی ہاؤس۔ نشان پاڑہ روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۹

اجمل پریس بمبئی ۳

باسمہ سبحانہ

"تبلیغات ایمانی" کے سلسلے کے آغاز کے طور پر یاد شہید صدر طاب ثراہ" کے عنوان سے منعقد ہونے والی مجالس میں بمبئی حاضر ہوا تو حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی سید محمد الموسوی دام لطفہ نے اس ایک نکتہ کی طرف توجہ دلائی جسے میں ایک عرصہ سے محسوس کر رہا تھا لیکن حالات کی مجبوری کی بنا پر منزل عمل میں نہ لاسکا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمارے دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نظام تعلیم میں اخلاقیات کا تقریباً فقدان ہے اور دو ایک علمی کتابوں کے علاوہ اخلاقی تعلیم اور تربیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ جس کے اثرات کا ہر صنف میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور جب علوم دین و دنیا کے طلاب اخلاقی تربیت سے بیگانہ ہو جائیں تو عوام کا کیا کہنا ہے انھیں تو ویسا ہی ہونا چاہئے جیسے کہ ہیں یا اس سے بھی بدتر ہونا چاہئیے اس سلسلہ میں میں نے تنقیدی مضامین بھی لکھے اور اپنے رفقاء کار کی مدد سے "تنظیم المکاتب" کا اخلاقیات نمبر بھی نکالا۔ لیکن حسب توقع اثر ظاہر نہ ہو سکا اور نقش اوّل اتنا موثر ہوتا بھی نہیں ہے۔ اب حضرت موسوی دام لطفہ نے اپنے اثرات کو استعمال کرتے ہوئے دو کتابیں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور کمال محبت و عنایت سے دونوں کے ترجمہ کا کام حقیر کے حوالے کر دیا ہے حالانکہ ملک میں بڑے بڑے صاحبان قلم، اہل علم اور صحیح ادبی ترجمہ کرنے والے موجود ہیں لیکن موصوف کو "بے ہنگم" کام ہی پسند ہے اور میری تو عادت ہی عجلت پسندی کی ہے

یہاں تک کہ میرے استاد شہید خامس سرکار محمد باقر الصدر طاب ثراہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اُردو داں ہوتا اور اردو زبان میں کتاب لکھتا تو اتنی تیزی سے تالیف نہیں کر سکتا تھا جتنی تیزی سے یہ "سید" ترجمہ کرتا ہے۔ یہ انھیں کے فیوض و برکات اور شہادت کے روحانی اثرات ہیں کہ ڈھائی دن میں "خلاصۃ حلیۃ المتقین" کا ترجمہ کرکے روانہ کر دیا اور اب "تبلیغاتِ ایمانی" کے دوسرے دورہ میں حیدرآباد آیا تو چار دن کے مستقل قیام اور عمومی طور پر اہل علم و مال دونوں میں "دیدُ بازدید" کی "فرسودہ روایت" کے نہ ہونے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "مرآۃ الرشاد" کا ترجمہ کرکے حاضر کر رہا ہوں۔ عجلت کا کام جیسا ہوتا ہے اور اس کا جو انجام ہوتا ہے وہ اس کتاب میں بھی ہوگا۔ لیکن میری مصروفیت اور کم علمی کا لحاظ کرتے ہوئے آپ حضرات صحت اور ادبی سلاست و لطافت پر توجہ دینے کے بجائے کتاب کے مطالب پر توجہ دیں تاکہ اپنی نسل کی صحیح اخلاقی تربیت کر سکیں اور تعلیمات اسلام کے زیر سایہ زندگی کا دستور العمل مرتب کر سکیں۔

السید ذیشان حیدر جوادی
۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ۔ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ نبیہ الدّین وآلہ الغرّ المیامین
اَمَّا بَعْدُ : عبدِ ضعیف فانی عبداللہ مامقانی عرض پرداز ہے کہ جب میں نے زندگی کے اختصار اور موت کے عدم اعتبار کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھ لیا کہ اجل مہلت نہیں دیتی اور وقتِ معیّن ٹلتا نہیں ہے تو مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اپنے فرزند کی ذہنی تربیت سے پہلے ہی موت نہ آجائے اور یہ فریضہ تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ وصیت نامہ کے طور پر مکمل ایک رسالہ لکھ دوں جو میری اولاد۔ ذرّیت اور احباب سب کیلئے وصیت نامہ بن جائے اور سب کے کمال دین و دنیا کا سہارا بن جائے۔

میری خواہش ہے کہ میری جملہ اولاد اور میرے تمام برادرانِ ایمانی ہفتہ یا مہینہ میں کم از کم ایک بار اس وصیت نامہ کا مطالعہ کریں اور میری اولاد میں جو بھی ایسا نہ کرے گا وہ میری نظر میں عاق شمار ہوگا اور اس کی فلاحِ دنیا و آخرت کی کوئی امید نہیں اور کسی میں بعض وصیتوں پر عمل کرنے کا ملکہ پیدا ہو جائے تو باقی کے بارے میں بھی اسی طرح کی کوشش کرتا رہے تاکہ پوری کتاب پر عمل کرنے کا ملکہ حاصل ہو جائے۔

میرے متعلقین میں جو بھی اس وصیت نامہ پر عمل کرے گا اس کے بارے میں ربّ جلیل سے میری دعا ہے کہ اس کی دنیا و آخرت کو سازگار بنا دے اور وہ کسی مقام پر برائی سے دوچار نہ ہو عمر میں وسعت حاصل ہو اور راحت و آرام زندگانی نصیب ہو۔

پروردگارا اس وصیت نامہ سے مجھے اور میری اولاد کو اُس دن فائدہ پہونچائے جس دن مال و اولاد کوئی کام آنے والا نہ ہوگا۔

اس کتاب کا نام "مرآۃ الرشاد یعنی وصیت نامہ برائے احباب و ذریت و اولاد ہے۔

فصل اول

مختصر اصولِ دین کا تذکرہ :

میرے فرزند ! خدا تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت کرے اور ہر عالم میں گناہ و معصیت و لغزش سے محفوظ رکھے ۔ یاد رکھو کہ سب سے پہلا اسلامی فریضہ اصولِ دین کے بارے میں غور و فکر کرنا ہے کہ دلائل کے ساتھ عقیدے کی بنیاد مضبوط کی جائے اور خالقِ کائنات، انبیاء اور اولیاء کے بارے میں یقین کو مستحکم بنایا جائے ۔ انسان انسان سے پیدا ہوا ہے حیوان نہیں ہے ۔

مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان سراسر علم و حکمت اور کلام میں مشغول ہو جائے اور مفصل کتابوں کا مطالعہ شروع کر دے ۔ اس کام سے تو میں کمال علم و عقل سے پہلے منع بھی کرتا ہوں کہ ان کتابوں میں ایسے شبہات موجود ہیں جو کسی وقت بھی انسان کو ہلاک کر سکتے ہیں اور اسی لیے آئمہ پاک نے ان الجھنوں میں پڑنے سے منع کیا ہے بلکہ شدت سے منع کیا ہے ۔

میرا مقصد یہ ہے کہ "عقائد" کی عمدہ کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور عقیدہ کو دلائل کے ذریعہ مضبوط بنایا جائے مثلاً وجودِ خدا کے ثبوت کیلئے کائنات اور اس کے عجائبات کا مطالعہ کیا جائے اور سوچا جائے کہ کوئی اثر موثر کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

پئے وجودِ خدا کائنات کی ہر شے ، سکون ہو کہ ہو حرکت عظیم شاہد ہے
ہر ایک شے سے نمایاں ہے اسکی شانِ کمال یہ کائنات ہے آیت کریم واحد ہے

(جوادی)

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں اسس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "ان انسانوں کا خیال ہے کہ یہ وہ گھاس ہیں جن کا اگانے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ صورت ہیں جن کا مصوّر کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے دعویٰ کی تحقیق بھی نہیں کی ہے اور کسی دلیل کی جستجو بھی نہیں کی۔ کاش یہ سوچتے کہ کیا بغیر بانی کے کوئی بنا ہو سکتی ہے یا بغیر عامل کے کوئی عمل ہو سکتا ہے ؟"

اس ارشادِ گرامی سے امام علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ محسوسات پر قیاس کر کے ایک ایسا طریقہ استدلال رائج کیا جائے جہاں منکر کو مدعی کی صف میں کھڑا کر کے اس سے ثبوت کا مطالبہ کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ جب عالم محسوسات میں کوئی شے بغیر موجد کے وجود میں نہیں آ سکتی تو عالم کے بارے میں اس کے خلاف دعویٰ کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ اس کا ثبوت پیش کرے۔ اور یہ مناظرہ کا وہ بہترین طریقہ ہے جہاں منکر کو مدعی بنا کر بارِ ثبوت اس کے سر ڈال دیا جاتا ہے کہ اس کا دعویٰ قانونِ ارتکاز کے خلاف ہے جیسا کہ اعرابی نے وجود خدا کا اندازہ کر لیا کہ مینگنی اونٹ کے وجود کی دلیل ہے اور نشان قدم راہرو کے گزرنے کا ثبوت ہیں تو اتنی بڑی کائنات وجودِ خدا کی دلیل کیوں نہ ہوگی۔

یہی طریقۂ استدلال ضعیفہ نے بھی استعمال کیا تھا کہ جب میرے بغیر چرخہ نہیں چلتا ہے تو خالق کے بغیر کائنات کیسے چل سکتی ہے اور یہ فطری اور ارتکازی طریقہ اس قدر مستحسن اور سنجیدہ ہے کہ روایات میں ضعیفہ جیسے ایمان کی تاکید کی گئی ہے اور اسے بہترین طریقۂ استدلال قرار دیا گیا ہے۔

فرزند! خدا تمہیں شرک و نفاق سے محفوظ رکھے۔ توحید پروردگار کی دلیل کے لیے یہ کافی ہے کہ خداؤں کا تعدد عالم کی تباہی کا باعث ہے جیسا کہ پروردگار عالم نے خود فرمایا ہے کہ اگر دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے اور امیر الموحدین حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ "اگر خدا کے علاوہ کوئی دوسرا خدا بھی ہوتا تو اس کے بھی پیغمبر اور رسول ہوتے۔ یہاں

بھی امامؑ نے منکر کو مدعی بنا دیا ہے کہ خدائی بغیر مرسلین کے نہیں ثابت ہو سکتی تو اگر کوئی دوسرے خدا کا مدعی ہو تو اس کے پیغمبر اور رسول بھی تلاش کر کے لائے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ دو خدا ہوں گے تو دونوں میں ایک جہت مشترک ہوگی اور ایک جہت امتیاز اور اس طرح دونوں مرکب ہو جائیں گے اور یہ خود ایک نقص ہے۔ جو خدائی کے لیے مضر ہے۔ پھر اگر دونوں میں کوئی بھی خدائی کے لیے کافی نہ ہوگا تو دونوں خدائی سے خارج ہو جائیں گے اور اگر کوئی ایک بھی کافی ہوگا تو دوسرا خدا نہ رہ جائے گا۔ اور اگر دونوں الگ الگ کافی ہوں گے تو اظہارِ خدائی میں اختلاف پیدا ہوگا اور کوئی چیز عالمِ وجود میں نہ آسکے گی۔

فرزند! صفات سلبیہ کی نفی کے لیے بہترین ثبوت یہ ہے کہ یہ سب نقائص ہیں۔ اور خدا نقائص سے پاک و پاکیزہ ہے جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفات کی نفی کی جائے کہ صفت موصوف سے الگ ایک شے ہوتی ہے۔"

فرزند! نبوت مطلقہ کے ثبوت کے لیے یہ کافی ہے کہ لطف پروردگار کا فریضہ ہے اور لطف کا تقاضا یہ ہے کہ خالق و مخلوقات کے درمیان ایک واسطہ رہے جو ادھر کے فیض کو ادھر پہنچاتا رہے اور اس کے ارشادات کے مطابق خیر و شر، نفع و نقصان کی خبر دیتا رہے اور اس کے اوامر و نواہی کی تبلیغ کرتا رہے۔ اس لیے کہ حقیقی مصالح و مفاسد تک پہنچنا وحی والہام کے بغیر ممکن نہیں ہے اور وحی والہام کا مرتبہ خواہشات نفس میں ڈوبے ہوئے انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ مرکز اعلیٰ تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کیلئے ایسا نفس درکار ہے جو غفلت کی نیند اور خواہشات کے نشہ میں نہ ہو۔ نفس امارہ کا قیدی اور دارِ ظلمت میں طالب آرام نہ ہو۔ روحانیت و مجاہدات سے نفس کی تکمیل کرے اور توجہات پروردگار کا مرکز بن کر مرکزِ وحی والہام

قرار پاجائے۔
یہ بھی یاد رہے کہ وحی والہام کا اندازہ ہر شخص کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ نبوت ثابت ہو سکے اور عبد و معبود کے درمیان خصوصی رابطہ کا اندازہ ہو سکے۔

نبوت خاصہ (نبوت مرسل اعظمؐ) کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ ہاشمی و قریشی نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ توحید اور نبوت کی دعوت دی ہے اور بیشمار معجزات کا اظہار کیا ہے۔ اور جو ایسا کرے گا وہ صاحبِ منصب ہوگا بشرطیکہ ویسے ہی کمالات کا حامل ہو۔ جیسے کمالات سرکار دو عالمؐ کو حاصل تھے۔ اس لیے کہ خدا جھوٹے کی تائید نہیں کرتا اور اسے معجزہ نہیں دیتا۔

آپؐ کے معجزات میں قرآن مجید کا وجود کافی ہے کہ اسے قدرت نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے جبکہ غلط مدعی کے ہاتھ میں معجزہ دینا قبیح اور تائید باطل ہے اور یہ شانِ عدالتِ پروردگار کے خلاف ہے۔

آپؐ کی نبوت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی نبوت بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ آپؐ نبی تھے اور آپؐ نے اس قدر انبیاء کی خبر دی ہے اور نبی غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتا۔

قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے قرآن مجید کو پیش کر کے اہلِ زبانِ (عرب) کے سامنے دو راستے رکھے تھے کہ اس قرآن کا جواب لے آئیں یا آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ ورنہ پھر جنگ و جدل اور قتال کے لیے آمادہ ہو جائیں جس کے نتیجہ میں ہر طرح کی قید و بند اور ذلت کا سامنا کرنا ہوگا لیکن عرب نے صاحبِ زبان ہونے کے باوجود سارے مصائب برداشت کئے اور جواب پیش نہیں کیا جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ جواب پیش کرنے سے عاجز تھے ورنہ اس طرح قتل و غارت اور غلامی و اسارت پر راضی نہ ہوتے۔

اور یہ خیال کہ کلام معجزہ نہیں ہوتا۔ ایک خیالِ فاسد ہے۔ معجزہ ہر اس شے کا نام ہے جس کا جواب لانے سے لوگ عاجز رہ جائیں اور اس سے یہ واضح ہو جائے کہ اس شخص کا رب العالمین سے خاص ارتباط ہے۔ معجزہ کے مافوق عادت ہونے کا ثبوت اہلِ فن کا اقرار ہوتا ہے جس طرح کہ ساحروں نے جنابِ موسیٰ ع کے عصا کے بارے میں اقرار کیا تھا اور فصاحت و بلاغت کے رموز سے آشنا عرب نے قرآن مجید کے بارے میں اعتراف کیا اور آیاتِ قرآن کے مقابلہ میں اپنے قصائد دیوارِ کعبہ سے اتار لیے تھے۔

ولایت مطلقہ کے بارے میں وہی تمام دلائل ہیں جو نبوت مطلقہ کے بارے میں بیان ہوئے ہیں اور ولایت خاصہ کے بارے میں وہ اخبار صریحہ دلیل ہیں جن میں پیغمبرِ اسلام ؐ نے حضرت علی ع کی خلافت کا اعلان کیا ہے اور اس کے بعد ان کی گیارہ اولاد کو امام قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان حضرات کے کرامات خود بھی ایک دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بعض معاندین کاروایات کے بارے میں اعتراض کرنا ایک ہٹ دھرمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کے مکمل جوابات کتابوں میں مندرج ہیں اور یہ مسئلہ اس قدر واضح ہو چکا ہے کہ دشمن بھی دل کے اندر شبہہ نہیں پیدا کر سکتا چاہے باہر سے کسی قدر انکار کیوں نہ کرے۔ قیامت کے بارے میں تمام اہلِ مذاہب کا اتفاق ہے کہ اقرار کرنا چاہیے۔ اور انکار نہیں کرنا چاہیے اگرچہ بعض حکماء اور متکلمین نے تفصیلات میں شبہات پیدا کیے ہیں لیکن تفصیلات کا عوام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے لیے اجمالی ایمان کافی ہے۔ جیسا کہ آیاتِ کریمہ اور روایاتِ متواترہ نے بیان کر دیا ہے اور طریقۂ استدلال بھی بتا دیا ہے کہ عادلِ حکیم کو اعمال کے مطابق جزا و سزا دینی چاہیے اور اسی جسم کو دینا چاہیے جس سے اعمال سرزد ہوئے ہیں۔

جسم کا فنا ہو جانا اس کی دوبارہ واپس نہ ہو سکنے کی دلیل نہیں کہ پیدا کرنے والے

نے عدم سے وجود دیا ہے تو اب دوبارہ پیدا کرنے میں کیا زحمت ہے جبکہ مادہ باقی ہے۔ چاہے کسی شکل میں ہو جیسا کہ قرآن مجید نے ارشاد کیا ہے کہ "جیسے پیدا کیا ہے ویسے ہی دوبارہ ایجاد کریں گے۔"

فَصلِ دوم

دعوتِ اطاعت اور تنبیہِ معصیت:

فرزند: خدا تمہیں اطاعت کی توفیق دے اور معصیت سے محفوظ رکھے۔ پروردگار اپنی مخلوق سے بیحد محبت کرتا ہے جس طرح کہ ہر صانع کو اپنی صنعت سے پیار ہوتا ہے۔ اس نے واجبات ومستحبات ومحرمات و مکروہات کے احکام صرف بندوں کی مصلحت اور انہیں نقصان سے بچانے کے لیے معین کیے ہیں۔ ورنہ اسے نہ کسی کی اطاعت سے کوئی فائدہ ہے اور نہ کسی کی معصیت سے کوئی نقصان ہے۔ وہ غنی مطلق اور بے نیاز ہے۔ اس کا مقصد بندوں کے حالات کی اصلاح کرنا اور انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔ اس کے احکام کی نافرمانی کرنا شکرِ منعم اور اطاعتِ مولا کی خلاف ورزی کے علاوہ سفاہت اور حماقت بھی ہے اس لیے کہ یہ اپنے فائدہ کی مخالفت ہے اور اپنے کو نقصان کے حوالے کرنا ہے۔

فرزند: معصیت سے بچو کہ یہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کا باعث ہے۔ آدم کو ایک ترک اولیٰ پر جنت چھوڑنا پڑی، تو تمہاری کیا حقیقت ہے؟۔

فرزند: خبردار سستی اور بیکاری سے کام نہ لینا کہ شیطان اور نفس امارہ جب برائیوں کو آراستہ کرنے اور اچھائیوں کو بدنام کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو انسان میں سستی پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ انسان نیک اعمال نہ کر سکے۔ یاد رکھو کہ کھانے پینے، سونے، آرام کرنے، مال جمع کرنے، تفریح کرنے، باہمی اجتماعات اور میٹنگ کرنے میں اتنا وقت صرف نہ کرو کہ اصل عبادت میں سستی پیدا ہو جائے بلکہ ہر امر دنیا میں صرف مقدار ضرورت پر اکتفا کرو۔

خبردار، بے معنی اور غیر مفید کاموں میں عمر صرف نہ کرنا، تمہاری زندگی کا ہر لمحہ ایک قیمتی جوہر ہے۔ بلکہ جوہر سے زیادہ باارزش ہے کہ جوہر دولت صرف کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور عمر دوبارہ واپس نہیں آتی۔ خبردار اس کا ایک لمحہ بھی بیکار ضائع نہ ہونے پائے۔

فرزند! "شباب کو ضعیفی آنے سے پہلے صحت کو مرض سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، قوت کو ضعف سے پہلے اور حیات کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔"

(ارشادات مرسل اعظم۔ مجموعہ ورام ۱ ص ۲۷۹)

روایات کا مضمون ہے کہ اہلِ جنت کو صرف ان لمحات پر افسوس ہوگا۔ جو زندگی میں ذکرِ خدا کے بغیر گزر گئے ہیں کہ وہ لمحہ بھی یادِ خدا میں گذر گیا ہوتا تو درجات میں اور بھی اضافہ ہو جاتا۔

ہر نفسِ نیک و بد روزِ قیامت اپنے آپ کو اس بات پر ملامت کرے گا کہ کاش کچھ اور اعمالِ خیر کر لیے ہوتے تو درجات میں اور بھی اضافہ ہو جاتا یا جو برائی کی ہے وہ نہ کی ہوتی تو عذاب سے محفوظ رہ جاتے۔ (مجمع البیان)

مرسل اعظمؐ نے حضرت ابوذر کو وصیت فرمائی کہ:

"اپنی عمر کے خرچ کرنے میں درہم و دینار سے زیادہ بخل کرنا"

(مجموعہ ورام ۲ ص ۵۲)

بعض روایات میں ہے کہ

" اوقات کا محفوظ رکھنا بہترین اطاعت ہے اور جو شخص بھی وقت کو ضائع کرے گا وہ نتیجہ کے وقت شرمندہ ہوگا۔"

(نہج البلاغہ)

فرزند! خدا کے لیے اپنی زندگی کو بچاؤ اور ایسے کام ضائع نہ کرو جو مرنے کے بعد کام نہ آئے۔

"عاقل وہی ہے جو آج، کل کے لیے کام کرے اور وقت کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ ہوشیار وہی ہے جو موت کے بعد کے لیے کام کرے، اور احمق وہی ہے جو خواہشات کی پیروی کر کے پھر مغفرت کی تمنا کرے۔"

(مجموعہ ورام ص ۱۶)

زندگی کو بیکار باتوں میں صرف کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اپنے جواہرات کو سڑک پر پھینک دے پھر پتھر کو کھودنے لگے (بچوں کے کھیلنے کے لیے) ظاہر ہے کہ یہ کام انتہائی احمقانہ ہے۔

فرزند، نورِ نظر، لختِ جگر! اپنی زندگی کی قدر پہچانو اور اسے نجات دہندہ اعمال کے علاوہ دوسرے اعمال میں ضائع نہ کرو۔ ریشم کا کیڑا نہ بنو جو اپنی ہی ہلاکت کیلئے سعی کرتا ہے۔ اس کے بعد بہترین اوصاف و بلند ترین اخلاق کو اختیار کرو۔ جن کی تفصیل صفحاتِ آئندہ میں مندرج ہے۔

زبان کی حفاظت :

زبان کو بے معنی باتوں سے محفوظ رکھو کہ فرزند آدم کی خطاؤں کا زیادہ حصّہ زبان ہی سے متعلق ہے اور زبان سے زیادہ کسی عضو کے گناہ نہیں ہیں۔ (اصولِ کافی)

___ خاموشی حکمت کے ابواب میں سے ایک دروازہ ہے۔ (اصولِ کافی)

___ اپنی زبان کو ہمیشہ محفوظ رکھو اور صرف وہ بات کرو جو جنت تک پہنچا سکے۔

___ بندۂ مومن جب تک خاموش رہتا ہے۔ اس کا شمار نیک کرداروں میں ہوتا ہے۔

___ جو شخص دنیا و آخرت کی سلامتی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ خاموش رہے۔

___ انسان منہ کے بل جہنم میں صرف اپنی زبان کی وجہ سے پھینکا جاتا ہے۔

___ پروردگار جب کسی بندے کو نیکی دینا چاہتا ہے تو اس کی زبان محفوظ بنانے میں اس کی مدد کرتا ہے اور اسے دوسروں کے عیوب کے بجائے اپنے جائزہ میں مصروف کر دیتا ہے جس کا کلام کم ہوتا ہے۔ اس کی عقل کامل اور قلب صاف ہوتا ہے اور جس کا کلام زیادہ ہوتا ہے اس کی عقل کم اور دل سخت ہوتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

___ انسان کا ایمان اس وقت درست ہے جب دل درست ہوتا ہے اور دل ایسی وقت درست ہوتا ہے جب زبان درست ہوتی ہے۔ (مستدرک وسائل)

___ مومن کی زبان کو دل کے پیچھے رہنا چاہیے کہ پہلے فکر کرے پھر مناسب ہو تو کلام کرے ورنہ خاموش رہے۔ منافق کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ صرف بکتا رہتا ہے۔ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ (نہج البلاغہ)

___ خاموشی سے شرمندگی نہیں ہوتی لیکن کلام بعض اوقات دنیا اور آخرت دونوں میں شرمندہ بنا دیتا ہے۔ (مستدرک وسائل)

ـــــ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا رہتا ہے۔ (نہج البلاغہ)
ـــــ بیٹا پہلے تولو پھر بولو۔ بات کو عقل و معرفت کے پیمانہ پر رکھو۔ برائے خدا ہو تو تکلم کرو ورنہ خاموش رہو، بالکل خاموش رہو بلکہ گونگے بن جاؤ۔
ـــــ انسان کے جسم کا ہر عضو زبان سے فریاد کرتا ہے کہ خدا کے لیے ہمیں جہنم میں نہ ڈال دینا۔
ـــــ تکلم اور خاموشی کا موازنہ کیا جائے تو تکلم چاندی ہے اور سکوت سونا (اصول کافی)
یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی کلام سونا بن جاتا ہے اور خاموشی مٹی بن جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کلام فقہ، علم دین، موعظہ و نصیحت، آداب شریعت اور اخلاقیات سے متعلق ہو بلکہ ایسے وقت میں سکوت زہر قاتل بن جاتا ہے جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جائے۔

محاسبۂ نفس :

فرزند! روزانہ رات کو اپنے دن کا حساب کرو۔ جس طرح کہ ایک تاجر دن بھر کے کاروبار کا حساب کرتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دن بھر میں کیا کام کیا ہے اگر کوئی تقصیر یا معصیت نظر آ جائے تو اس سے استغفار کرو اور پروردگار سے معافی طلب کرو اور قابل قضا ہو تو اس کی قضا ادا کرو اور سستی، بیکاری، غفلت، سرمایہ کی بربادی نظر آ جائے تو نفس کو تنبیہ کرو اور پھر اس کی نگرانی کرتے رہو کہ آئندہ کسی وقت برباد نہ ہونے پائے اور بہترین اعمال نظر آئیں تو بھی شکر خدا ادا کرتے رہو اور مزید توفیق کا مطالبہ کرتے رہو۔

معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ

"جو روزانہ اپنے اعمال کا حساب نہ کر سکے وہ مومن نہیں ہے۔ مومن کا فرض ہے کہ حساب کر کے دیکھے کہ نیکی کی ہے تو مزید اضافہ کرے اور برائی ہو گئی ہے تو استغفار کرے۔" (اصول کافی ۲ صـ۴۵۳)

بعض اہلِ معرفت کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ ہروقت قلم کاغذ ساتھ رکھتے تھے اور دن بھر کے جملہ اقوال وافعال لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ شب کو حساب کرتے اور نیکیاں نظر آگئیں تو شکرِ خدا کرتے تھے اور برائیاں ہو جاتیں تو توبہ واستغفار کرتے تھے

صحفِ ابراہیم ؑ میں یہ بات مذکور ہے کہ انسان اگر بے عقل نہیں ہے تو اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرے ایک ساعت اللہ کی مناجات کے لیے۔ ایک ساعتِ نفس کے حساب کے لیے۔ ایک ساعت صنعتِ خدا میں غور وفکر کے لیے اور ایک ساعت کسبِ حلال کے لیے۔ یہی ساعت تمام ساعتوں کی جان اور سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔

نفس کی نگرانی:

فرزند! اپنے نفس کی نگرانی کرتے رہو اور ہروقت یہ خیال رکھو کہ تم خدا کے حضور میں ہو اور وہ تمہارے حرکات وسکنات وافعال واقوال وتصورات وتخیلات واقدامات ولحظات کو دیکھ رہا ہے۔ وہ کام کرو جو خدا پسند کرتا ہے اور اس چیز کو اختیار کرو جسے خدا دوست رکھتا ہو۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا اگر اللہ کو نگاہ میں رکھو گے تو کبھی گناہ نہ کروگے۔ شرمندگی کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان کو یہ احساس رہے کہ خدا ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

بعض اہلِ معرفت کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ ہر وقت قلم کاغذ ساتھ رکھتے تھے اور دن بھر کے جملہ اقوال و افعال لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ شب کو حساب کرتے اور نیکیاں نظر آ گئیں تو شکرِ خدا کرتے تھے اور برائیاں ہو جائیں تو توبہ و استغفار کرتے تھے

صحفِ ابراہیم میں یہ بات مذکور ہے کہ انسان اگر بے عقل نہیں ہے تو اپنے اوقات کو چار حصّوں میں تقسیم کرے ایک ساعت اللہ کی مناجات کے لیے۔ ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے۔ ایک ساعت صنعتِ خدا میں غور و فکر کے لیے اور ایک ساعت کسبِ حلال کے لیے۔ یہی ساعت تمام ساعتوں کی جان اور سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔

نفس کی نگرانی :

فرزند! اپنے نفس کی نگرانی کرتے رہو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ تم خدا کے حضور میں ہو اور وہ تمہارے حرکات و سکنات و افعال و اقوال و تصورات و تخیلات و اقدامات و لحظات کو دیکھ رہا ہے۔ وہ کام کرو جو خدا پسند کرتا ہے اور اس چیز کو اختیار کرو جسے خدا دوست رکھتا ہو۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا اگر اللہ کو نگاہ میں رکھو گے تو کبھی گناہ نہ کرو گے۔ شرمندگی کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان کو یہ احساس رہے کہ خدا ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

تفکّر:

فرزند: ہمیشہ غور وفکر سے کام لو کہ یہ نفس کی بیداری اور قلب کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے کدورتیں دور ہوتی ہیں۔ خواہشات ٹوٹ جاتی ہیں اور انسان دنیا سے دوری اختیار کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

تفکّر راس ورئیس عبادات ہے۔ یہ روح وجانِ بندگی ہے۔ بہترین عبادات، اللہ اور اس کی قدرت کے بارے میں غور وفکر ہے۔ (اصول کافی)

علماء نے اس حدیث کی توجیہہ یہ کی ہے کہ عبادت انسان کو ثواب تک پہنچاتی ہے۔ اور فکر خود خدا تک پہنچاتی ہے اور ظاہر ہے خدا کا مرتبہ ثواب سے بالاتر ہے۔ اس کے علاوہ عبادت اعضا کا عمل ہے اور فکر دل کا عمل ہے اور دل کا مرتبہ اعضاء وجوارح سے بالاتر ہے۔ اسی لیے ایک ساعت کی فکر کو ایک سال کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور بعض روایات میں ساٹھ، ستر سال کی عبادت سے بہتر بھی وارد ہوا ہے (مستدرک الوسائل)

فکر انسان کو جہنم سے بھی بچا سکتی ہے جس طرح حضرت حُر بن یزید ریاحی نے ایک ساعت فکر کی اور نجات کا انتظام کر لیا ورنہ زندگی بھر عبادت کرتے رہتے تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ایسی ہی ایک ساعت کی فکر سال کی عبادت سے بھی بہتر ہے اور ایسی ہی فکر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عبادت نماز روزہ کا نام نہیں ہے۔ عبادت اللہ کے بارے میں غور وفکر کرنے کا نام ہے۔

فرزند! کبھی گذشتگان کے بارے میں فکر کرو کہ وہ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔ کیا لے گئے اور کیا چھوڑ گئے؟ کیا کرتے رہے اور کس طرح سارا کاروبار چھوڑ کر روانہ ہو گئے؟

"جو لوگ زمین پر قدم نہیں رکھتے تھے، مخمل کے فرش پر آرام کرتے تھے، زمین پر اکڑ کر چلتے تھے اور اب اپنی دولت سے الگ، عیال و اطفال سے دور، قصر و محلات، حشم و خدم سے جدا کفن پہنے خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔ نرم و نازک رخسار مٹی میں ہیں اور کیڑے سانپ بچھو ان کے گرد ہیں۔ قبر کا کونہ ہے اور تنہائی ہے۔"

(نہج البلاغہ)

کبھی موت کے بارے میں سوچو کہ یہ اچانک آجاتی ہے اور ایک منٹ کی مہلت نہیں دیتی۔ ہر آن اس سے ہوشیار رہو اور ہر وقت اپنے کو آمادہ رکھو۔ توبہ و عمل میں تساہل سے کام نہ لو اور کسی وقت بھی غافل نہ رہو۔ کتنے انسان ہیں جو اچانک چلے گئے اور انہیں توبہ استغفار کی مہلت بھی نہ ملی۔ خبردار تمہارا شمار ایسے حسرت و ندامت والے افراد میں نہیں ہو اور تمہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ

"پروردگار! ایک مرتبہ اور واپس کر دے۔" (سورۂ مومنون)

کبھی اس بات پر غور کرنا کہ دنیا صرف محل تعب و رنج و مشقت و محنت ہے۔ اس کی صفائی میں گندگی ملی ہوئی ہے اور اس کی راحت میں بھی رنج کی آمیزش ہے۔ یہاں خالص آرام پیدا ہی نہیں ہوا جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"وہ لوگ ہم سے دنیا میں راحت طلب کرتے ہیں حالانکہ ہم نے یہاں راحت پیدا ہی نہیں کی اور جہاں پیدا کی ہے وہاں تلاش نہیں کرتے۔"

فرزند! ان مسائل پر غور کرو گے تو دنیا کی تکلیفیں آسان ہو جائیں گی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔ دنیا کی زحمتوں کو آخرت کے لیے اختیار کرنا بہترین اور آسان ترین عمل ہے۔

کبھی عالم مستقبل کے بارے میں فکر کرو کہ تمہارے سامنے قبر، برزخ، حشر، نشر، نامۂ اعمال، حساب وکتاب، صراط ومیزان، جنت وجہنم کا مرحلہ ہے۔

کبھی اس بات پر غور کرو کہ مرنے کے بعد وہی مال کام آئے گا جو راہِ خدا میں دے دیا ہے۔ ساتھ جانے والا صرف کفن ہے۔ اولاد واطفال واحباب واعزا صرف خاک میں لٹانا جانتے ہیں اور پھر اعمال کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کام آنے والے یہی اعمال ہیں جو تمہارے ساتھ رہیں گے اور تم سے جُدا نہ ہوں گے۔ ان مسائل پر غور کرو تو نیک اعمال کرو گے۔ نیت میں خلوص پیدا ہوگا اور وقت گزرنے سے پہلے آنے والے کل کی فکر کرو گے۔

روایات میں وارد ہوا ہے کہ

" دنیا میں بہترین زہد یادِ موت ہے اور بہترین عبادت ذکرِ موت ہے۔ بہترین فکر بھی فکرِ موت ہے۔"

(مستدرک الوسائل)

ذکرِ موت سے غفلت برتنے والا بے معنی اعمال میں عمر ضائع کرتا ہے اور موت کو یاد رکھنے والا بہترین اعمال میں وقت صرف کرتا ہے۔ موت بہترین واعظ اور بہترین ناصح ہے۔ ذکرِ موت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تنگیٔ حالات کو آسان بنا دیتی ہے۔ مالدار کو سخاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ انسان کو بے فائدہ کاموں سے روک دیتی ہے۔ وبقول بعض ــــ

" مصیبتوں کو آسان بنانے والی، قیامت کے فائدہ کی طرف رغبت دلانے والی، توبہ پر آمادہ کرنے والی، تلافی پر تیار کرنے والی، امیدوں کو قطع کرنے والی اور لیت ولعل سے دل بہلانے کو روکنے والی موت ہی ہے۔"

صبر:

فرزند! تین باتوں کا خیال رکھنا، مصیبت پر صبر، نعمت پر شکر، قضائے الٰہی پر رضا۔ یہ تینوں باتیں کشائش احوال کا بہترین سبب ہیں اور اہلِ ایمان نے انہی کے ذریعے دنیا و آخرت کے بلند ترین درجات حاصل کیے ہیں۔

فرزند: اپنے نفس کو مصائب پر اس طرح خوش رکھنا جیسے نعمتوں پر خوش رہتا ہے اللہ صحت، مرض، عافیت، بلا، شباب، ضعیفی، قوت، ضعف، غنا، فقر جس حال میں رکھے اس کو پسند کرنا۔ اس لیے کہ اس حالت کو اس نے انتخاب کیا ہے۔ جو تمہارے انجام سے باخبر اور تم سے زیادہ تمہاری ذات سے محبت کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے ماں باپ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور تم سے زیادہ تمہارے حال پر مہربان ہے۔

فرزند: مصیبت کے موقع پر جزع فزع شکوہ و فریاد نہ کرنا۔ خدائے حکیم کی مرضی پر راضی رہنا، مصیبتوں کا اعلان کرکے اس کی شکایت نہ کرنا۔

امام سجادؑ نے فرمایا ہے کہ بلاؤں میں شریفوں کی طرح صبر کرو اور مخلوقات سے خدا کی شکایت نہ کرو کہ یہ رحمٰن و رحیم کی شکایت بے رحموں سے ہے۔

فرزند! تکلیف میں راحت کی طرح، فاقہ میں مالداری کی طرح، بلاؤں میں عافیت کی طرح خوش رہنا، معصومینؑ کا ارشاد ہے:

"بلاء و مصیبت میں صبر سے بہتر اطاعتِ خدا پر صبر ہے اور اس سے زیادہ افضل محرمات سے پرہیز کی منزل میں صبر ہے۔"

(اصولِ کافی ۲ صـ ۹۰)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"جس شخص نے بھی مصیبت پر باقاعدہ صبر کر لیا اللہ اس کو تین سو درجات عنایت فرمائے گا کہ ہر درجہ کی بلندی زمین و آسمان کے فاصلے سے زیادہ ہوگی اور جس نے اطاعت پر صبر کر لیا اسے چھ سو درجات عنایت کرے گا جن میں سے ہر ایک کی بلندی تحت الثریٰ سے عرش اعظم کے برابر ہوگی اور جس نے معصیت کے مقابلہ میں صبر کر لیا اسے نو سو درجات عنایت کرے گا جن میں سے ہر ایک کی بلندی آخرِ زمین سے آخرِ عرش تک ہوگی۔"

علماء اخلاق نے صبر کے چند مراتب قرار دیئے ہیں:

۱۔ خواہش کے مطابق صحت، سلامتی، مال، جاہ، کثرتِ عشیرہ، اسبابِ زندگی اور لذاتِ دنیا کی طرف میلان سے صبر کہ یہ انتہائی ضروری کام ہے اور اس میں غرق ہو جانا ہلاکت کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ اطاعتِ خدا پر صبر کہ یہ ایک سخت مرحلہ ہے۔ نفس ذاتی طور پر بندگی سے آزاد اور مالکیت کا طلبگار ہے جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہر نفس میں فرعونیت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ فرعون کو سہارا مل گیا تو فرعونیت سامنے آگئی ورنہ اندر اندر ہر شخص اپنے نوکر، اولاد اور خدّام کے ساتھ فرعون ہی جیسا برتاؤ کرتا ہے اور ذرا سی تقصیر ہو جائے تو بے حد غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتا ہے جو تکبر کی بہت بڑی نشانی ہے۔ فرزند! اطاعت کے معاملہ میں عمل سے پہلے عمل کے ساتھ اور عمل کے بعد ہر مرحلہ پر صبر لازم ہے۔ عمل سے پہلے صبر کرے تاکہ نیّت صحیح ہو۔ عمل کے ساتھ صبر کرے تاکہ یادِ خدا سے غافل نہ ہو اور ریاکاری کا جذبہ قریب نہ آنے پائے۔ عمل

کے بعد صبر کرے کہ خود پسندی نہ پیدا ہو ورنہ عمل ضائع اور برباد ہو جائے گا۔

۳۔ گناہوں کا ارتکاب کرنے سے صبر۔ انسان اپنے خیال میں ہر وقت گناہوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جھوٹ، غیبت، چغلخوری، بہتان اس کی عادت ہے۔ اور عادت فطرت کا درجہ پیدا کر لیتی ہے۔ اس کے ساتھ جب خواہش کا اضافہ ہو جاتا ہے تو شیطان کے دو لشکر بیک وقت حملہ آور ہو جاتے ہیں اور گناہوں میں لذت پیدا ہو جائے تو اور بھی قیامت ہے۔

۴۔ اس موقع پر صبر جو اپنے اختیار میں نہ ہو جیسے کوئی شخص ستائے اور انسان اس کا بدلہ نہ لے۔ اس موقع پر صبر بہت ضروری ہے اور انسان کو چاہیے کہ اپنے معاملہ کو خدا کے حوالے کر دے چاہے انتقام اس کے اختیار میں ہو۔ اس لیے اس طرح روایات اور تجربات دونوں کا اتفاق ہے کہ پروردگار بہترین انتقام لینے والا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے۔

۵۔ اس کام پر صبر جو ابتدا و انتہا کسی وقت بھی اختیار میں نہ ہو جیسے اعزا و احباب کے فقدان پر صبر یا اموال کی بربادی پر صحت کی خرابی، اعضاء کے فساد، آنکھوں کی بینائی کے زوال، فقر و فاقہ وغیرہ پر صبر۔ کہ ان معاملات میں صبر ذرا مشکل ہوتا ہے لیکن اس کا اجر بہت عظیم ہے جیسا کہ پروردگار نے صابرین کے واسطے صلوٰۃ و رحمت اور ہدایت کا وعدہ کیا ہے۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۶)

فرزند! خدا تمہیں ہر طرح کا صبر عنایت کرے۔ یاد رکھو کہ صبر کی قوت چند باتوں کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔

۱۔ انسان صابرین کے اجر و ثواب پر نگاہ رکھے کہ روایات میں صابرین کے واسطے جنت میں جانے کا ذکر ہے۔ (وسائل ۳ صہ ۴۵۱)

ا — صبر کرنے والے کے لیے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور تمام زندگی نماز قائم کرنے والے کا ثواب ہے۔ صابر کو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ جہاد میں شہید ہونے کا ثواب ملتا ہے۔ (وسائل)

ب — فاقہ پر صبر جہاد کا رتبہ رکھتا ہے اور یہ ۶۰ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ج — جو مومن کسی بلا پر صبر کرے اسے ہزار شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔ (اصول کافی)

۲۔ ان مراتب پر نگاہ رکھے جو تجربہ کی بنیاد پر صابرین کے لیے مشاہدہ میں آئے ہیں۔

۳۔ یہ خیال کرے کہ مصیبت چند لمحوں کے بعد ختم ہو جائے گی۔ اور زندگی بہرحال فانی ہے۔ جو ساعت گزر جاتی ہے اس کی راحت و تکلیف دونوں ختم ہو جاتی ہیں آنے والی ساعت کا حال یوں بھی کسی کو نہیں معلوم ہے۔

۴۔ اس بات پر غور کرے کہ اس آہ و فریاد کا کوئی اثر بھی نہیں ہے۔ مقدر میں جو ہے وہ ہو کر رہے گا۔ صرف نالہ و فریاد سے اجر و ثواب میں کمی ہو سکتی ہے ورنہ قضا و قدر کو کون بدل سکتا ہے۔ بندہ بندہ ہے۔ اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔

۵۔ ان افراد کو یاد کرے جنہوں نے اس سے بڑے بڑے امتحانات دیے ہیں اور بہترین اجر حاصل کیا ہے۔

۶۔ یہ ملاحظہ کرے کہ امتحان ایک سعادت ہے اور بلاء اہل ولاء ہی کے لیے ہے بلکہ شدتِ بلا مومنین کے لیے قربِ الٰہی کی علامت ہے۔

۷۔ یہ یاد کرے کہ یہ مصیبت خدائے حکیم کی طرف سے ہے اور وہ اپنے بندوں کیلئے خیر ہی چاہے گا۔ وہ بے نیاز ہے غرض مند نہیں ہے کہ فائدہ اٹھائے۔

۸۔ یہ یاد کرے کہ یہ تزکیۂ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔

۹۔ یہ غور کرے کہ نالہ و فریاد سے دوست رنجیدہ ہوتے ہیں اور دشمن خوش ہوتا ہے۔

۱۰۔ یہ دیکھیے کہ صبر کا انجام دنیا میں بھی اچھا ہی ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے معصیت پر صبر کیا تو خدا نے کتنی بڑی عزت عنایت کی کہ اللہ نے انہیں حاکم بنا دیا اور حاکم کو غلام بنا دیا اور ان کے بھائیوں کو ان کی رعایا میں شامل کر دیا۔ زلیخا کو سرِ راہ لا کر بٹھا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح حضرت ایوبؑ کو دوبارہ اموال، ازواج و اولاد عطا کر دی جبکہ راہِ امتحان میں سب کچھ فنا ہو چکا تھا اور ان کے گھر میں سونے کی بارش کر دی۔

ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے مصائب کو یاد کیا جائے کہ ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں پڑی ہیں جبکہ وہ سردارِ خلائق تھے اور انہی کے لیے دنیا پیدا ہوئی تھی۔

اور خبردار تمہارا صبر عوام جیسا نہ ہو کہ وہ صبر سے زیادہ اظہارِ صبر کرتے ہیں اور یہ ریاکاری ہے۔ صبر کا طریقہ متقین کا صبر ہے جس میں اجرِ آخرت کی توقع ہوتی ہے یا عارفین کا صبر ہے جس میں مصیبت پر لطف آتا ہے کہ یہ محبوب کی عطا ہے اور وہ انجام سے زیادہ باخبر ہے۔

فرزند! یہ بھی یاد رکھنا کہ صبر منافیٔ گریہ نہیں ہے۔ کیا تم نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالمؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے انتقال پر گریہ کیا اور جب کسی نے ٹوکا کہ ہم سے صبر کے لیے کہتے ہیں اور خود گریہ فرماتے ہیں تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا خبردار۔ دل میں تپش ضرور پیدا ہوگی اور آنکھوں سے آنسو بہرحال گریں گے۔ یہ ہمارا صبر ہے کہ ہم رضائے خدا کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔

فرزند! مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہا کرو کہ اس سے صلوات رحمت کا استحقاق پیدا ہوتا ہے اور انسان ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

فرزند! امام صادقؑ کا ارشاد ہے ۔ کہ جب صبر تمام ہوتا ہے تو فرحت نصیب ہوتی ہے اور تجربہ بھی اس کا گواہ ہے کہ ہر تنگی کے ساتھ ایک وسعت ہے ۔

فرزند! یہ بھی یاد رکھو کہ صبر بہترے اوصاف و اخلاق کا مرجع و مصدر ہے۔ حالات کے اعتبار سے اس کے نام الگ الگ ہیں ورنہ سب صبر کی شاخیں ہیں۔ شکم و شرمگاہ کے بارے میں صبر ہو تو اس کا نام عفت ہے ۔ مصیبت پر صبر ہو تو اس کا نام صبر ہے جس کے مقابلہ میں جزع و فریاد ہے ۔ ترکِ معصیت پر صبر ہو تو اس کا نام تقویٰ ہے ۔ دولت کی برداشت پر ہو تو ضبطِ نفس ہے جس کی ضد اکڑ ہے ۔ مصائب و حوادثِ دنیا پر ہو تو اس کا نام وسعت صدر ہے جس کی ضد تنگ دلی ہے ۔ جنگ میں ہو تو اس کا نام شجاعت ہے جس کی ضد بزدلی ہے ۔ ضبطِ غیظ میں ہو تو اس کا نام حلم ہے جس کی ضد سفاہت ہے ۔ کلام کے اخفاء میں ہو تو اس کا نام رازداری ہے جس کی ضد افشاء راز ہے ۔ فضول عیش کے مقابلہ میں ہو تو اس کا نام زہد ہے جس کی ضد حرص ہے ۔ مختصر حصہ پر ہو تو اس کا نام قناعت ہے جس کی ضد لالچ اور ہوس ہے.....وغیرہ

توکّل :

فرزند! خدا تمہیں دنیا و آخرت کی نیکی عطا کرے ۔ اپنے تمام امور میں خدا پر اعتماد کرو ۔ تمام امور کی رفتار اسی کے ہاتھ میں ہے اور سب کچھ اسی کے فیصلے سے ہوتا ہے ۔ توکّل سے انسان رنج و غم سے نجات پا جاتا ہے ۔ اور بے جا کوشش نہیں کرتا یاد رکھو کہ کوشش اور مقصد کبھی مل جاتے ہیں اور کبھی الگ ہو جاتے ہیں تو اگر توکل نہ ہو گا تو جب بھی جدا ہو جائیں گے صدمہ ہو گا ورنہ جب بھی حاصل ہو جائے گا خوشی ہو گی ۔ اور

نہ ملا تو سعیِ رائیگاں کا صدمہ نہ ہوگا۔ قرآن میں ہمیشہ اسباب پر نگاہ رکھنے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے (مجمع البیان)۔ لہٰذا اپنے تمام معاملات میں خدائے لطیف و خبیر مالک قضا و تقدیر پر بھروسہ کرو اور اسبابِ ظاہری پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔ اسباب کی اہمیت ایک مچھر کے برابر بھی نہیں ہے۔

خبردار عالمِ اسباب کے نام پر یہ دھوکہ نہ کھا جانا کہ انسان کی نگاہ اسباب پر ہونی چاہیے۔ یہ وسوسہ شیطانی ہے۔ عالمِ اسباب کے معنی فقط یہ ہیں کہ اشیاء کا وجود اسباب سے ہوگا نہ کہ بندہ کا اعتماد اسباب پر ہونا چاہیے۔ بندہ کا اعتماد تو خدا ہی پر ہونا چاہیے۔ وہ جب چاہے گا تو اسباب بھی پیدا کر دے گا۔

فرزند: تمہیں طلبِ رزق کے اوامر سے بھی دھوکہ نہ ہو جائے کہ انسان کو ہر وقت روزی کے لیے رواں دواں رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ اوامر فقط تنظیمِ عالم کے لیے ہیں ورنہ عطائے خداوندی تمہاری طلب کی پابند نہیں ہے۔ اللہ پر اعتماد کرو اسباب کا کام مسبب الاسباب کے حوالے کر دو وہ خود اسباب پیدا کرکے روزی فراہم کر دے گا۔ البتہ طالب علم کے علاوہ ہر شخص کو بقدرِ ضرورت محنت کرنی چاہیے کہ تجربہ یہی ہے کہ جن لوگوں نے اسباب کا کام بھی خدا کے حوالے کر دیا ہے اور صرف اپنے فرائض پر عمل کرتے رہے وہ زیادہ بہتر حالت میں رہے ہیں اور جنہوں نے معرفت کے باوجود اسباب پر اعتماد کیا ہے انہیں نقصان ہوا ہے جس طرح کہ جناب یوسفؑ نے حاکمِ مصر سے کہا کہ مجھے خزانوں کا امین بنا دے تو خدا نے مدتِ امتحان ایک سال بڑھا دی۔ ورنہ بندے کے بجائے خدا سے کہا ہوتا تو فوراً نجات مل جاتی یا جب قید خانہ کے ساتھی سے کہا کہ اپنے ملک سے میری بھی سفارش کر دینا تو اللہ تعالیٰ نے قید کی مدت میں سات سال کا اضافہ کر دیا کہ میرے غیر سے کیوں کہا ورنہ براہِ راست پروردگار سے کہا ہوتا تو فوراً نجات مل جاتی۔ پروردگار

نے اس ترکِ اولیٰ پر تنبیہہ کی تم نے بندہ کے ذریعہ بندہ سے کہلوایا جبکہ دونوں میرے تخت میں ہیں۔ مجھ سے کیوں نہیں کہا جبکہ میں مالک الملوک ہوں۔ اس کے بعد جبرئیلِ امین کو بھیجا گیا اور انہوں نے پوچھا کہ کب تک قید میں رہنے کا ارادہ ہے تو کہا جب تک خدا چاہے تو جب انہوں نے ہمارا حوالہ دیا تو ہم نے دعائے توسل کے ذریعہ انہیں نجات دلوادی۔

(مجمع البیان)

یہی حال جنابِ یعقوبؑ کا ہوا کہ انہوں نے عزیزِ مصر سے شکایت کی تو پروردگار نے اس وقت تک نجات نہیں دلائی جب تک اس سے رجوع نہیں کی کہ اولیا کے لیے یہ باتیں ترکِ اولیٰ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔

میرے فرزند، خبردار اپنی حاجت کو غیرِ خدا سے بیان نہ کرنا جو کہنا ہے خدا سے کہنا وہی مالک و مہربان ہے۔ اسی نے ابراہیمؑ کو صرف اس بات پر خلیل بنادیا کہ انہوں نے اس کے علاوہ کسی سے نہیں مانگا۔ (تفسیر صافی ص۱۲)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ تمام خیر کا مرکز و مصدر یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں سے امید منقطع کرکے خدا سے لو لگائے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر دعا قبول ہو جائے اسے چاہیئے کہ بندوں سے امید قطع کرکے صرف خدا سے امیدیں وابستہ کرے۔ جب خداوند عالم یہ کیفیت دیکھ لے گا تو فوراً مراد پوری کردے گا۔

اس سلسلے میں امام سجادؑ کی صحیفۂ سجادیہ کی تیرہویں دعا کا مطالعہ نہایت درجہ مناسب رہے گا جس میں اسباب کی حقیقت کا اظہار کرکے خدا سے مانگنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔

نے اس ترکِ اولیٰ پر تنبیہہ کی تم نے بندہ کے ذریعہ بندہ سے کہلوایا جبکہ دونوں میرے قبضے میں ہیں۔ مجھ سے کیوں نہیں کہا جبکہ میں مالک الملوک ہوں۔ اس کے بعد جبرئیلِ امین کو بھیجا گیا اور انہوں نے پوچھا کہ کب تک قید میں رہنے کا ارادہ ہے تو کہا جب تک خدا چاہے تو جب انہوں نے ہمارا حوالہ دیا تو ہم نے دعائے توسل کے ذریعہ انہیں نجات دلوا دی۔

(مجمع البیان)

یہی حال جناب یعقوبؑ کا ہوا کہ انہوں نے عزیزِ مصر سے شکایت کی تو پروردگار نے اس وقت تک نجات نہیں دلائی جب تک اس سے رجوع نہیں کی کہ اولیا کے لیے یہ باتیں ترکِ اولیٰ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔

میرے فرزند، خبردار اپنی حاجت کو غیر خدا سے بیان نہ کرنا جو کہنا ہے خدا سے کہنا وہی مالک و مہربان ہے۔ اسی نے ابراہیمؑ کو صرف اس بات پر خلیل بنا دیا کہ انہوں نے اس کے علاوہ کسی سے نہیں مانگا۔ (تفسیر صافی ص ۱۲)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ تمام خیر کا مرکز و مصدر یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں سے امید منقطع کر کے خدا سے لو لگائے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر دعا قبول ہو جائے اسے چاہیئے کہ بندوں سے امید قطع کر کے صرف خدا سے امیدیں وابستہ کرے۔ جب خداوند عالم یہ کیفیت دیکھ لے گا تو فوراً مراد پوری کر دے گا۔

اس سلسلے میں امام سجادؑ کی صحیفۂ سجادیہ کی تیرہویں دعا کا مطالعہ نہایت درجہ مناسب رہے گا جس میں اسباب کی حقیقت کا اظہار کر کے خدا سے مانگنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔

قناعت :

فرزند! قناعت اختیار کرو ۔ اس میں عزتِ دنیا و آخرت ہے ۔ قناعت کو ترک کرنے والا یا تو اہل دنیا کی نظر میں حقیر ہو جائے گا یا ایسے کام کرے گا جو اسے آخرت میں مبتلائے عذاب کر دیں گے ۔

قناعت کے معنی پیسہ ہوتے ہوئے تنگ حالی سے زندگی گزارنا نہیں ہے ۔ یہ توسعۂ رزق کے خلاف ہے جس کی اہل و عیال کے بارے میں تاکید کی گئی ہے بلکہ کبھی کبھی یہ کام حقوق نفقہ میں کوتاہی کا مترادف ہو جائے گا ۔ قناعت کے معنی ہر ممکن پر راضی رہنا اور آمدنی کے برابر خرچ کرنا ہے کہ اگر صاحبِ دولت ہے تو اہل و عیال کے لباس و غذا میں وسعت پیدا کرے اور اسراف نہ کرے اور اگر غریب و نادار ہو تو مقدارِ ممکن پر قانع رہے اور مقدر پر راضی رہے ۔ اپنا راز کسی سے بیان نہ کرے اور اپنے فقر کا اظہار نہ کرے کہ اس طرح لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جائے گا ۔ لوگ بندگانِ دنیا ہیں انہیں غربت کا حال معلوم ہو گیا تو کبھی عزت نہیں کریں گے ۔

میرا تجربہ یہ ہے کہ غربت کا اظہار غربت میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اور باعثِ ذلت و توہین ہو جاتا ہے تو خبردار اپنے راز کو افشا نہ کرنا ۔ رزق مقدر ہو چکا ہے ۔ وہ بہر حال ملے گا ۔ اسے خدائے حکیم نے اپنی حکمت و مصلحت سے تقسیم کیا ہے نہ آبرو دینے سے اضافہ ہوگا نہ عفت و قناعت سے کمی ہوگی بلکہ کبھی کبھی اظہارِ غربت کا سلسلہ خالق کی شکایت سے مل جاتا ہے تو موجبِ غضبِ جبار بھی ہو جاتا ہے اور آخرت میں استحقاقِ عذاب بھی پیدا ہو جاتا ہے ۔ (وسائل ــــ صفحہ ۵۳۲)

حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ

"میری عزت وجلال کی قسم جو شخص میرے غیر سے لَو لگائے گا۔ اس کی امیدیں منقطع کر دوں گا اور اسے ذلّت کا لباس پہنا دوں گا اور اپنے فضل وکرم سے دور رکھوں گا۔"

(وسائل ۲ ص۴۴۷)

حیا:

فرزند! حیا بہترین صِفت اور محبوب ترین عادت ہے۔ اسے دنیا و آخرت دونوں میں ممدوح قرار دیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ:

"حیا جزوِ ایمان ہے۔ حیا اور ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ حیا جائے گی تو ایمان بھی چلا جائے گا جس میں چار چیزیں پائی جائینگی، وہ سرتاپا گناہ بھی ہوگا تو اسے بخش دیا جائے گا۔ صداقت، حیا، حسنِ اخلاق، شکر (یا امانت)۔"

(اصول کافی ج۲ ص۱۰۱)

حُسنِ اخلاق :

فرزند! بہترین اخلاق اختیار کرو کہ اس میں دنیا و آخرت دونوں کے فائدے ہیں۔ پروردگار نے حُسنِ اخلاق کو اپنے حبیب کی صفت خاص قرار دیا ہے۔ حُسنِ اخلاق نصف دین ہے۔ (وسائل ۲ صفحہ ۳۳۱)

حسنِ اخلاق بہترین عطائے پروردگار ہے۔ (وسائل)

روزِ قیامت انسان کی نیکی کے پلّے میں حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی شے نہ ہوگی۔
(اصول کافی ۲ صفحہ ۹۹)

صاحبِ حسنِ اخلاق مثلِ مستقل نمازی اور روزہ دار کے ہے۔ اس کے لیے مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب ہے۔ (اصول کافی ۲ صہ ۱۰۱)

حسنِ اخلاق گناہوں کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ جنت میں جانے والوں کی اکثریت متقین اور صاحبانِ حسنِ خلق کی ہوگی۔
(اصول کافی ۲ صہ ۱۰۰)

پروردگار کا ارشاد ہے کہ:

" صاحبِ حسنِ اخلاق کے گوشت کو جہنم کے حوالے کرنے سے مجھے حیا آتی ہے۔"

(وسائل ۲ صہ ۲۲۱)

"حسنِ اخلاق سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ یہودی کا ساتھ بھی ہو تو حسنِ اخلاق ضروری ہے۔ (مستدرک)

فرزند: میں نے حسنِ اخلاق کے بہترین آثار دیکھے ہیں اور امام صادق ؑ نے کیا خوب فرمایا کہ اگر لوگوں کے ساتھ مالی برتاؤ نہ کر سکو تو کم از کم حسنِ اخلاق کا مظاہرہ تو کرو (اصولِ کافی ۲ ص۱۰۳)

امیر المومنین ؑ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو تاکہ چلے جاؤ تو محبت کرے اور مر جاؤ تو گریہ کرے اور انا للہ کہے ایسا نہ ہو کہ الحمدللہ کہنا پڑے۔ (وسائل ۲ ص۲۷۷)

امام صادق ؑ سے پوچھا گیا کہ حسن اخلاق کی حد کیا ہے؟ ۔ تو فرمایا کہ پہلو کو نرم رکھو کلام کو پاکیزہ رکھو اور خوش خلقی سے ملاقات کرو۔ (اصول کافی ۲ ص۱۰۳)

آنحضرت ؐ ہی کا ارشاد ہے کہ مومنین کے ساتھ خوش اخلاقی اور بشاشت کے ساتھ ملاقات کرنا چاہیے اور مخالفین کے ساتھ حسنِ اخلاق اور مودت کے ساتھ گفتگو کرنا چاہیے تاکہ ایمان کی طرف کھنچ آئے اور ایمان سے مایوس ہو تو کم سے کم مومنین اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ (مستدرک وسائل ۲ ص۵۱)

فرزند: خبردار اہل وعیال کے ساتھ بداخلاقی کا برتاؤ نہ کرنا کہ بدخلقی موجب جہنم ہے۔ بداخلاقی سے ایمان یوں ہی برباد ہو جاتا ہے جس طرح سرکہ سے شہد۔ سعد بن معاذ کے مرنے پر ۷۰ ہزار فرشتوں نے مشایعت جنازہ کی ہے مگر اس کے باوجود فشار قبر میں مبتلا ہوئے ہیں کہ اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ تھا۔ (مستدرک وسائل ۲ ص۳۲۴)

حلم وعفو :

فرزند ! حلم وعفو سے کام لو کہ اہلِ حلم وعفو جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے۔ ان صفات کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ پروردگار نے انہیں اپنے اوصاف میں شمار کیا ہے۔ حلم کے بارے میں انبیاء واولیاء کے واقعات بکثرت پائے جاتے ہیں اور بعض روایات میں یہ ہے کہ

" انسان جب تک حلیم نہ ہو عبادت گزار نہیں ہو سکتا۔"

(مستدرک ۲ صد ۳۰۴)

اللہ بندۂ بردبار کو دوست رکھتا ہے۔ حلم صفات مومنین میں سے ہے (مشکوۃ الانوار صد ۱۹۵)

جو شخص اقدام کی طاقت رکھتا ہو اور حلم سے کام لے پروردگار روزِ قیامت اس کے دل کو رضا وامن وایمان سے بھر دے گا اور قیامت کے بھرے مجمع میں اسے اختیار دے گا کہ جس حورالعین کا چاہے انتخاب کر لے اور اسے اجرِ شہید عطا فرمائیگا (مستدرک صد ۸۵ ج ۲)

نگاہِ پروردگار میں بندۂ مومن کا کوئی گھونٹ اس گھونٹ سے زیادہ عزیز نہیں ہے جو غصّہ کو پی جانے میں استعمال ہوتا ہے۔ چاہے صبر کے ذریعہ ہو یا حلم کے ذریعہ۔ انسان جس قدر بھی غصّہ ضبط کرتا ہے اور قیامت کے دن جب اولین وآخرین ایک زمین پر جمع ہوں گے تو ایک منادی آواز دے گا۔ صاحبانِ فضیلت کہاں ہیں؟ اس وقت ایک جماعت برآمد ہوگی اور ملائکہ سوال کریں گے تمہاری فضیلت کیا ہے؟۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم قطع تعلقات کرنے والوں سے صلۂ رحم کرتے تھے۔ محروم کرنے والوں کو عطا کرتے تھے، ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیتے تھے، آواز آئے گی سچ کہا تم نے، جاؤ جنت میں بلاحساب داخل ہو جاؤ (مستدرک ۲ صد ۸۷)

"معافی کامیابی کی زکوٰۃ ہے۔" (نہج البلاغہ)

"سب سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار وہی ہے جو سزا دینے پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہو۔" (وسائل ۲ صہ ۲۲۳)

فرزند! جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو تاکہ جس پروردگار کی نافرمانی کر کے تم نے ظلم کیا ہے وہ تمہیں معاف کر دے اور تمہیں بلند ترین درجات حاصل ہوں۔ خبردار غیظ و غضب سے کام نہ لینا کہ یہ ضعفِ عقیدہ کی علامت ہے۔ روایات میں ہے کہ "غضب سے ایمان یوں ہی برباد ہو جاتا ہے جیسے سرکہ سے شہد۔" (اصول کافی ۲ صہ ۳۰۲)

"کفر کے چار ارکان ہیں رغبت، خوف، غصہ، غضب۔ اور غضب ہر برائی کی کنجی ہے۔" (اصول کافی ۲ صہ ۳۰۳)

"غضب سے صاحبان حکمت کا دل بھی تباہ ہو جاتا ہے۔" (اصولِ کافی ۲ صہ ۳۰۵)

"جو اپنے غضب پر قابو نہ رکھ سکے وہ اپنی عقل پر بھی قابو نہ رکھے گا۔" (اصول کافی ۲ صہ ۳۰۵)

"ابلیس کا قول ہے کہ غضب میرا جال اور میرا پھندہ ہے۔ میں اس کے ذریعہ بہترین افراد کو جنت کی راہ سے شکار کرتا ہوں۔" (مستدرک ۲ صہ ۳۲۶)

علماء نے غضب پر قابو پانے کے لیے چند نسخے تجویز کیے ہیں۔

۱۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔ (مجمع البیان)

۲۔ خدا کو یاد کرنا کہ توریت میں ارشادِ حدیث ہے،

"فرزندِ آدم جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کرنا تاکہ میں اپنے غضب میں تجھے یاد رکھوں اور تجھے تباہ نہ کروں اور جب تجھ پر کوئی زیادتی ہو تو میرے انتقام کا انتظار کرنا کہ میرا انتقام تیرے انتقام

سے بہر حال بہتر ہے۔"

(وسائل ۲ صہ ۴۷)

۳۔ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے یا کھڑا ہو جائے۔ (وسائل)

۴۔ جگہ بدل دے کہ شیطان نے جناب موسیٰؑ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ جب تمہیں غصہ آئے تو اپنی جگہ بدل دینا ورنہ مصیبت میں مبتلا کر دوں گا۔

۵۔ وضو کر لے اور ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھو ڈالے۔ (جامع السعادات ا صہ ۲۹۶)

۶۔ اگر قرابتدار پر غصہ ہے تو اس کے جسم سے اپنے جسم کو مس کر دے کہ اس طرح غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ (اصول کافی ۲ صہ ۳۰۲)

۷۔ پانی پی لے۔ (محاسن برقی صہ ۵۷۲)

۸۔ کشمش کھالے کہ اس سے غصہ دب جاتا ہے۔ (مستدرک ۳ صہ ۱۱۵)

۹۔ یہ دعا پڑھ لے۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّیْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْلِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ اَسْئَلُكَ جَنَّتَكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشِّرْكِ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْھُدٰی وَالصَّوَابِ اجْعَلْنِیْ رَاضِیاً مَرضِیاً غَیرَ ضَالٍّ وَلَا مُضِلٍّ۔ (مستدرک ۲ صہ ۳۲)

روایات میں وارد ہوا ہے کہ "جو شخص اپنے غصہ کو روک لے گا۔ پروردگار روزِ قیامت اسے معاف کرے گا اور اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا اور اسے جنت عطا فرمائے گا۔" (وسائل ۲ صہ ۴۷۰)

انصاف ومروّت:

فرزند ان دونوں صفات کو اپنائے رکھنا اور کبھی ترک نہ کرنا۔ یہ نجات دہندہ صفتیں ہیں اور ان کا ترک کر دینا باعثِ ہلاکت ہے۔

روایات میں ہے کہ "جس کے پاس مروّت نہیں ہے۔ اس کے پاس دین نہیں ہے"

"سخت ترین فریضۂ پروردگار اپنے نفس سے انصاف کرنا ہے"۔ (مستمسک ۵ صہ ۲۱۴، اصول کافی ۲ صہ ۱۴۴)

انصاف کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور دوسروں کے لیے وہی ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

وفاءِ عہد :

فرزند ! خدا تمہارے بارے میں عہد محبت کو پورا کرے۔

جب بھی کسی شے کا وعدہ کرو تو اسے وفا ضرور کرو۔ کتاب وسنت میں اس کی بے حد تاکید وارد ہوئی ہے۔ ارشاد احدیت ہوتا ہے :

"عہد کو پورا کرو کہ اس کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا۔"

(سورۂ اسراء : ۳)

مرسلِ اعظم ص کا ارشاد ہے کہ :

"جس شخص کا بھی خدا اور آخرت پر ایمان ہے اس کا فرض ہے کہ وعدہ کو وفا کرے۔"

(اصولِ کافی ۲ ص۳۶۴)

امام صادق ع کا ارشاد ہے کہ "مومن کا مومن سے وعدہ ایک ایسی نذر ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں ہے لہٰذا جو شخص بھی وعدہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ حکم خدا کی مخالفت کرے گا۔ اور اس کی ناراضگی کا حقدار ہوگا۔" (اصول کافی ۲ ص۳۶۳)

وفاءِ عہد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پروردگارِ عالم نے اسے جناب اسماعیل ع کے اوصاف و کمالات میں شامل کیا اور مومنوں کو وعدہ کی خلاف ورزی پر سخت تنبیہ کی ہے کہ خبردار جو کرنا نہ ہو اسے کہنا بھی نہیں۔ پروردگار کو یہ بات سخت ناپسند ہے۔

جناب اسماعیل ع کے بارے میں روایت میں ہے کہ ایک شخص سے انتظار کرنے کا وعدہ کر لیا تھا اور وہ جا کر بھول گیا تو آپ ایک سال تک اسی مقام پر کھڑے رہے۔ یہاں تک

کہ شدتِ تمازتِ آفتاب میں بھی جگہ نہیں چھوڑی کہ کہیں وعدہ کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔
درختوں کے پتے چباتے رہے لیکن وعدے پر قائم رہے۔ (اصولِ کافی ۲ صہ ۱۰۵)

فرزند: ایفائے عہد میں حضرت اسماعیلؑ کا طریقہ اختیار کرو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس سے قریب تر رہنے کی کوشش کرو۔

خبردار، جس وعدے کو وفا کرنے کی طاقت نہ ہو اس کا وعدہ نہ کرنا۔ خلف وعدہ سے انسان بدنام ہو جاتا ہے۔

سخاوت:

فرزند: سخاوت اختیار کرو کہ اس کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے۔ سخی ہر مقام پر باعزت ہوتا ہے۔ بخیل دنیا و آخرت میں ذلیل ہوتا ہے۔

___ سخاوت کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ حاتم طائی جہنم میں رہ کر بھی آگ کی شدت سے محفوظ ہے جیسا کہ مرسلِ اعظمؐ نے حاتم کے فرزند عدی سے فرمایا تھا۔

___ فرزند: بخل دنیا و آخرت کی روسیاہی ہے لیکن خبردار اتنی سخاوت کا شوق نہ کرنا کہ خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ (اسراء: ۲۹)

میانہ روی سے کام لو اور بخل و اسراف کے درمیان سے زندگی کا راستہ نکالو۔

فصل سوئم

دیگر مختلف وصیّتیں:

فرزند: اللہ تمہیں ہر خیر کی توفیق دے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ حُبِ دنیا کو دل سے نکال دو۔ یہ ایک زہرِ قاتل اور مرضِ مہلک ہے۔ اس کا انجام رحمتِ خدا سے دوری اور آتشِ جہنم ہے۔

محبتِ دنیا کے دل سے نکالنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے بارے میں غور کرو کہ یہ کوئی عمدہ شے ہوتی تو ربِّ کریم اپنے اولیا اور انبیاء کو اس سے محروم کیوں کرتا جبکہ ان کی عقلیں سب سے زیادہ کامل تھیں اور وہ اس سے اس طرح الگ نہ رہتے جس طرح ہم لوگ شیر سے دور بھاگتے ہیں۔ (اصول کافی ۲ صہ ۳۱۵)

پروردگار نے مختلف آیات میں محبتِ دنیا کی مذمت کی ہے اور احادیث میں اس کی شدید تاکید وارد ہوئی ہے۔

امام سجاد کا ارشاد ہے کہ

"بہترین عمل بغض دنیا ہے کہ دنیا کی محبت میں گناہ کے بے شمار رُخ نکلتے ہیں۔ ایک رُخ تکبر ہے جس میں ابلیس مبتلا ہوا۔ ایک حرص ہے جس کی وجہ سے حوّا نے آدمؑ کو گندم کھانے کی دعوت دی ہے ایک حسد ہے جس کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حُبِّ نساء، حُبِ دنیا، حُبِّ ریاست، حبِّ راحت، حبِ کلام، حُبِ ثروت و بلندی وغیرہ ہے کہ جس میں حُبِ دنیا تمام برائیوں کی اصل ہے۔"

(اصول کافی ۲ صہ ۳۱۵)

روایات متواترہ میں حُبِّ دنیا کی مذمت وارد ہوئی ہے اور بعض روایات میں حُبِّ دنیا کو آخرت فراموشی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی طلب کو آخرت کا نقصان بتایا گیا ہے۔

—— دنیا و آخرت دو سوت ہیں جو ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (مستدرک ۲ صفحہ ۳۲)

—— دنیا و آخرت مشرق و مغرب ہیں جو ایک سے قریب ہوگا وہ دوسرے سے دور ہو جائے گا۔ (مستدرک ۲ صد ۳۳۱)

دنیا و آخرت مثل آگ اور پانی کے ہیں جن کا اجتماع ناممکن ہے اور سچ پوچھئے تو محبت دنیا ایک طرح کا شرک ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کو آخرت پر اعتماد اور کتاب و سنّت کے بیانات پر اطمینان نہیں ہے ورنہ آخرت کے ہوتے ہوئے دنیا سے دل لگانے کا کیا مطلب ہے۔

فرزند، دنیا میں زہد اختیار کرو حرام کو چھوڑو کہ عذاب کا خطرہ ہے۔ شبہات سے پرہیز کرو کہ عتاب کا اندیشہ ہے۔ حلال میں بھی حساب ہے لہذا اس سے بھی ہوشیار رہو۔ انہی خواہشات پر عمل کرو جنہیں شریعت نے سہارا دیا ہے جیسے نکاح۔ اس کے بعد کم سے کم پر قناعت کرو۔ لباس و غذا معمولی رکھو۔ آخرت پر توجہ دو تاکہ لذّتِ آخرت سے آشنا ہو سکو۔

یاد رکھو کہ زہد کے معنی کھانے پینے کے ترک کر دینے کے نہیں ہیں۔ اس کے معنی مقدر پر راضی رہنے کے ہیں اور وسعت میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کے ہیں۔

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"زہد مال کی بربادی اور حلال کی حرام سازی نہیں ہے۔ زہد کے معنی صرف یہ ہیں کہ اپنے ہاتھ کے مال پر وعدۂ خدا سے زیادہ اعتماد نہ ہو۔"

(مستدرک ۲ صد ۳۳۱)

امیر المومنین ؑ کا ارشاد ہے کہ:

" دنیا میں زہد کے معنی امیدوں میں کمی، نعمتوں پر شکر اور حرام سے پرہیز ہے۔"

(مستدرک ۲ ص۳۳۳)

فرزند: رسول ؐ اور آلِ رسول ؐ سے توسل اختیار کرو کہ میں نے تمام روایات کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ پروردگار نے جس نبی ؐ کے ترکِ اولیٰ پر توبہ قبول کی ہے اسے انہی کے وسیلہ سے قبول کیا ہے۔

حضرت آدم ؑ کو پیدا کرنے کے بعد انوارِ معصومین ؑ کو عرش سے ان کے صلب میں منتقل کردیا اور ملائکہ کا سجدہ درحقیقت اسی نور کے طفیل میں تھا اور اصل میں سجدہ پروردگار کا تھا کہ اس کے حکم پر سجدہ ہو رہا تھا۔ یہ اللہ کی بندگی محمد ؐ و آلِ محمد ؐ کی تعظیم اور آدم ؑ کی اطاعت کا ایک مظاہرہ تھا۔

جب آدم ؑ نے یہ سوال کیا پروردگار یہ انوار کس کے ہیں تو ارشاد ہوا کہ یہ بہترین مخلوقات ہیں۔ بزرگ ترین بندے ہیں۔ انہی کے ذریعے میں عطا کرتا ہوں اور انہی کے ذریعہ ثواب و عتاب کا کام ہوتا ہے۔ آدم ؑ انہیں وسیلہ بناؤ تاکہ تمہاری مشکل حل ہو جائے۔ میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ان کے ذریعہ مانگنے والے کو مایوس نہ کروں گا اور سائل کو رد نہ کروں گا۔

اس کے بعد جناب یعقوب ؑ، جناب یوسف ؑ سب نے انہیں کو وسیلہ بنایا ہے تو ان کی دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ (تفسیر صافی ص۲۴۲)

فرزند: عزائے سید الشہداء کا خیال رکھنا اور روزانہ بقدر امکان عزا قائم کرنا اور اگر مصارف نہ ہوں تو گھر والوں کو جمع کر کے مصائب سنا دینا اس لئے کہ حسین ؑ پروردگار

کو بہت عزیز ہیں۔ انہوں نے شہادت کا عظیم درجہ حاصل کیا ہے اور راہِ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ ان سے توسل میں خیرِ دارین اور فلاحِ دنیا و آخرت ہے۔

فرزند! زیارت امام حسینؑ کا بھی خیال رکھنا اور روزانہ کم از کم ایک مرتبہ زیارت ضرور پڑھنا اور ممکن ہو تو ہر مہینہ کربلا جانا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں سات* مواقع پر کربلا میں ضرور حاضری دینا۔

اور یہ بھی ممکن نہ ہوا تو کم از کم سال میں ایک مرتبہ حاضری دینا۔ (وسائل ۲ صد ۳۹۳)

اس لیے کہ اس کے بے شمار اثرات ہیں اور میں نے زیارت و عزاداری کے ایسے اثرات دیکھے ہیں جو عقل سے بالاتر ہیں اور کم از کم مشاہدہ یہ ہے کہ جب بھی زیارت حسینؑ کی ہے ایک نہ ایک مشکل ضرور حل ہوئی ہے اور رزق میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے بعد ثواب تو سب سے بالاتر ہیں۔ (وسائل ۲ صد ۳۹۰)

فرزند! خدا تمہیں ہر عمل خیر کی توفیق دے اور عمر طبعی تک زندہ رکھے۔ دیکھو بزرگوں کا احترام کرنا، پروردگار ان کے ذریعے بلاؤں کو رد کرتا ہے۔ (حدیث قدسی)

خبردار انہیں ناراض نہ کرنا کہ اس کے برے اثرات ہیں۔

جس قدر ممکن ہو ماں باپ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنا کہ قرآن و حدیث میں اس کی شدید تاکید وارد ہوئی ہے۔ خبردار ان کے معاملہ میں سستی نہ برتنا کہ امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جب جناب یعقوبؑ، جناب یوسفؑ کے پاس آئے تو انہوں نے سواری سے اتر

---

* (۱۔ شبِ عاشور اور روزِ عاشور ۲۔ اربعین ۳۔ اوّل رجب
۴۔ ۱۵ رجب ۵۔ ۱۵ شعبان ۶۔ شبِ عید الفطر
۷۔ روزِ عرفہ جوادی)

کہ باپ کا استقبال نہیں کیا تو اس ترکِ اولیٰ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جناب جبریل نازل ہوئے اور یوسف ؑ کی ہتھیلی سے ایک نور نکال لیا۔ یوسف ؑ نے سوال کیا "جبریل یہ کیا ہے؟" فرمایا کہ اب نبوت آپ کی اولاد میں نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ آپ نے باپ کا مکمل استقبال نہیں کیا ہے اور پروردگار نے اس کے زیرِ اثر آپ کی نسل سے سلسلۂ نبوت ختم کر دیا ہے۔ *

(مجمع البیان ۵ صہ ۲۹۴)

احترامِ علماء:

فرزند! علماء عاملین کا احترام کرنا۔ یہ دین کے منارے، شریعت کے امانتدار اور امام عصر ؑ کے نائب ہیں۔ البتہ بے عمل علماء سے دور بھاگنا جس طرح شیر سے فرار ہوتے ہیں کہ یہ بحکم امام ؑ عالم نہیں ہیں اور ان کا ضرر دین کے بارے میں لشکر یزید بن معاویہ سے زیادہ ہے۔ (تفسیر برہان ا صہ ۱۱۸)

---

* (ظاہر ہے کہ یہ روایتیں اخلاقیات کی اہمیت کے اظہار کے لیے ہیں ورنہ نبوت کا فیصلہ روز اوّل ہو چکا ہے اس کا انحصار تعظیم اور عدم تعظیم پر نہیں ہے۔ جوادی)

احترامِ ذریتِ پیغمبرِ اسلامؐ:

فرزند! اولادِ رسولؐ کا

احترام کرنا کہ یہ ذریت علیؑ وفاطمہؑ ہیں اور ان کی محبت مطلوب پروردگار ہے جہاں تک ممکن ہو ان کا احترام کرنا کہ رضائے پروردگار اور خیرِ دنیاو آخرت ہے۔ (مستدرک ص۔۱۴)

اور دیکھو خبردار، اپنے احترام کو صرف نیک کردار سادات تک محدود نہ رکھنا کہ ان کا حکم علماء کا نہیں ہے کہ بے عمل قابلِ احترام نہ ہوں۔ ان کا حکم اولاد کا ہے اور اولاد بہر حال اولاد ہوتی ہے۔ ہاں اگر ترکِ احترام سے ہدایت کا امکان ہو تو احترام نہ کرو تا کہ ہدایت کے راستے پر آجائیں اور یہ نہی عن المنکر کا ایک طریقہ ہے۔ اگرچہ اس میں بھی احتیاط یہی ہے کہ ظاہرا احترام کرتے رہو اور تنہائی میں نصیحت کرو جیسا کہ احمد بن اسحٰق اشعری کے واقعے میں ہے کہ

"حسین بن حسین فاطمی ان سے ملنے کے لیے گئے تو انہوں نے شرابی ہونے کی وجہ سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور جب حج میں جاتے ہوئے سامرہ میں امام عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی ملاقات سے انکار کر دیا جب اصرارِ شدید کے بعد اجازت ملی تو ابن اسحٰق نے عرض کی فرزندِ رسول آپ ناراض کیوں ہیں؟ فرمایا۔ تم نے حسین بن حسین کو کیوں روکا تھا؟ عرض کیا۔ میرا مقصد شراب سے پرہیز کرانا تھا۔ فرمایا۔ صحیح ہے۔ نہی عن المنکر فریضہ ہے لیکن احترام میں فرق نہیں آنا چاہیے۔ ابن اسحٰق نے یہ بات محفوظ کر لی اور واپسی پر حسین کا بیحد احترام کیا۔ انہوں نے گھبرا کر سبب پوچھا۔ احمد نے سبب بیان

کیا۔ حسین پر اس بیان کا اتنا اثر ہوا کہ توبہ کر کے شراب کے تمام ظروف توڑ کر پھینک دیئے اور مسجد میں اعتکاف کر کے انتقال کر گئے۔

(مستدرک ۔ صفحہ ۴۰۰)

یہ بھی یاد رکھو کہ یہ تاکید غیر فاطمی سادات کے لیے نہیں ہے اگرچہ وہ ہاشمی ہونے کے اعتبار سے اشرف اور محترم ہیں لیکن ان کا شمار ذریت و قربیٰ رسول میں نہیں ہے اور داخل نسب افراد کا احترام تو بالکل نہیں ہونا چاہیے اور ان کے احترام سے پرہیز ہی اولیٰ اور انسب ہے مشتبہ حالات میں احتیاط سے کام لینا چاہیے البتہ جو لوگ ماں کی طرف سے سید ہیں ان کا احترام ہونا چاہیے اس لیے کہ بیٹی کی اولاد بھی اولاد ہی ہوتی ہے اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اسی رشتے سے ابناء پیغمبر ہیں۔ صرف اس رشتہ کے لوگوں کو خمس کا استحقاق نہیں ہوتا کہ روایت مرسلہ حماد بن عیسیٰ میں خمس کے لیے باپ کی طرف سے سید ہونے کی شرط ہے ورنہ وہ احترام میں دونوں برابر ہیں اور دونوں کا احترام ہونا چاہیے۔

صلۂ رحم:

فرزند! قرابت داروں سے تعلقات قائم رکھو کہ اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ یہ رضائے شمار نفع دنیا و آخرت کا ذریعہ ہے۔ وہ قطع تعلق بھی کر لیں تو تم رابطہ قائم رکھو جیسا کہ امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والے قرابتداروں سے صلہ رحم کرنا زیادہ فضیلت اور ثواب رکھتا ہے اور نفس کی اطاعت سے زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔

خبردار! قطع رحم نہ کرنا کہ قرابت اللہ کی راہ میں فریادی رہتی ہے کہ پروردگار جو مجھ سے تعلق رکھے تو اس سے تعلق رکھنا اور جو مجھ سے قطع تعلق کر لے تو اس سے قطع تعلق کر لینا۔ میں نے صلۂ رحم کے بے شمار اثرات دیکھے ہیں اور قطع تعلق رکھنے والے کے ساتھ تعلقات کا عجیب وغریب اثر مشاہدہ کیا ہے لہٰذا تم اس باب میں سستی اور کمزوری سے کام نہ لینا اور برابر تعلقات کو استوار رکھنا۔

مفلوک الحال مومنین کا خیال رکھنا بالخصوص ہمسایہ اور قرابتدار کہ ان کے خیال میں عزت دنیا و آخرت ہے اور مرضئ پروردگار بھی ہے۔ امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جناب یعقوبؑ پر فراق یوسف کی افتاد اس لیے پڑی تھی کہ انہوں نے ایک دنبہ ذبح کیا اور ہمسایہ کے حالات دریافت کئے بغیر استعمال کر لیا حالانکہ ہمسایہ میں ایک شخص فاقہ شکنی کے لیے آذوقہ کا محتاج تھا* (تفسیر صافی صد ۲۶۹)

---

* (یہ بھی ترک اولیٰ کی ایک قسم ہے جس پر انبیاء کرام کا امتحان سخت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم بھی نعمات دنیا سے استفادہ کرنے سے پہلے دوسروں کا لحاظ کرو ورنہ کسی وقت بھی تمہارا امتحان ہو سکتا ہے۔ جوادی)

فرزند: اپنے جملہ امور میں میانہ روی سے کام لینا۔ اس کا انجام بہتر اور عاقبت قابل تعریف ہے۔ مالک کائنات نے اپنے پیغمبرؐ کو اقتصاد و میانہ روی کا حکم دیا ہے اور جب پیغمبرؐ سے سوال کیا گیا کہ راہِ خدا میں کیا خرچ کیا جائے تو قرآن نے یہی جواب دیا کہ "اپنی ضرورت سے زیادہ"۔ فرزند۔ ہمیشہ اپنے سے پست افراد کے حالات پر نظر رکھنا اور شکرِ خدا کرتے رہنا کہ ان سے بہتر ہو۔ اپنے سے اچھے حالات والوں پر نگاہ نہ کرنا کہ نفس کو اذیت ہو اور راحتِ دنیا اور اجرِ آخرت دونوں کا خاتمہ ہو جائے۔

فرزند! جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے زیادہ میل جول نہ رکھنا کہ اس طرح انسان حق سے غافل اور موت سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ عبادت کا وقت کم ہو جاتا ہے اور تحصیلِ علم دین، ذکر، فکر کے مواقع ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ لوگوں کے حالات کی طمع پیدا ہو جاتی ہے اور غیبت، بہتان وغیرہ سننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی مہمل قسم کے لوگوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور قیامت کے دن ندامت کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خبردار، وقت گذرنے سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ۔

فرزند: خبردار، خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرو۔ نفس کی متابعت ہلاکت اور زہرِ قاتل ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے کہ

"سب سے زیادہ خطرہ خواہشات کے اتباع اور امیدوں کے طول
طویل ہونے سے ہے کہ خواہشات کا اتباع حق سے روک دیتا ہے
اور امیدوں کا طول آخرت کو بھلا دیتا ہے۔"
(روضہ کافی صہ۵۸)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"اپنی خواہشات سے اس طرح بچو جس طرح دشمن سے بچتے ہو خواہشات

سے بدتر دنیا کا کوئی شخص نہیں ہے ۔ ہر تباہی خواہشات اور بدزبانی سے پیدا ہوتی ہے ۔"

(اصول کافی ۲ صہ ۲۳۵)

فرزند : صبح کے وقت شام اور شام کے وقت صبح کی فکر نہ کرو ورنہ امیدیں غافل بنا دیں گی ۔ ہر وقت یہ سوچو کہ دوسرے وقت نہیں رہنا ہے اور اپنی حیثیت اس جنازہ کی ہے جو غسال کے سامنے رکھا ہوا ہے ۔

وصیّت :

فرزند : بلوغ کے بعد ہی اپنا وصیّت نامہ تیار کر لو اور جب بدلنے کی ضرورت پڑے تو اسے بدل دو ۔ اپنے قرضے اور مطالبے بھی لکھ کر رکھو ۔ مجھے اکثر یہ اتفاق ہوا ہے کہ شدید سردی کے زمانے میں اگر بستر پر لیٹنے کے بعد یاد آیا کہ میں نے کسی سے ایک یا دو درہم قرض لیا ہے تو میں بستر سے اٹھ کھڑا ہوا اور پہلے اسے نوٹ کیا اور اس کے بعد آکر لیٹا کہ مبادا موت آجائے اور یہ قرض میرے ذمہ رہ جائے کہ اگر قرض خواہ مطالبہ نہ کرے تو میں مقروض رہ جاؤں اور اگر مطالبہ کرے تو ورثا اس سے گواہی یا قسم کا مطالبہ کریں گے اور یہ اس کو بلا سبب زحمت ہوگی جب کہ اس نے قرض دے کر احسان کیا ہے اور احسان کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ اسے گواہی یا قسم کی زحمت میں ڈالا جائے اور اگر ثبوت فراہم نہ کر سکے اور ورثا ادا نہ کریں تو میں مسؤل الذمہ رہ جاؤں ۔

قرض کی گواہی :

فرزند : جب بھی کوئی قرض لو یا دو تو حکم قرآن کے مطابق اسے منضبط تحریر میں لے آؤ اور اس پہ گواہ بھی معین کرو کہ شریعت کے ایک حرف کا ترک کرنے والا بھی محتاج ہو سکتا ہے۔ رب کریم نے ہر قانون مصلحت سے بنایا ہے اور کوئی قانون بیکار نہیں بنایا ہے لہذا خبردار ان مصلحتوں کو ضائع اور برباد نہ ہونے دینا۔

فرزند : خدا تمہاری عمر دراز کرے اور تمہارے امور کی اصلاح کرے اور تمہیں علم و عمل میں کمال عطا کرے۔ آدابِ شرعیہ کا التزام کرو جملہ حرکات و سکنات وضو، غسل، کھانا پینا، سونا، جاگنا، بیت الخلاء، ہم بستری، لباس، مکان ہر کام میں احکام شریعت کی پابندی کرو۔ یہ احکام بلا سبب نہیں بنائے گئے ہیں۔ ان کے دنیا و آخرت میں نتائج اور فوائد ہیں۔ ان کے بارے میں غفلت اور سستی سے کام نہ لینا۔ میں عنقریب تمہارے لیے یہ سارے آداب ایک رسالہ میں جمع کر دوں گا تاکہ تمہیں تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو اور صرف عمل کرنے کی ذمہ داری رہ جائے۔

ذکرِ خدا :

فرزند ! ہر وقت خدا کو یاد رکھو ۔ یادِ خدا سے دل کی زندگی، رب کا قرب ، برکت کی زیادتی ، ہلاکت سے نجات ، شیطان سے دوری ، رحمان سے قربت حاصل ہوتی ہے ۔

معصوم ؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے مومن کی پہچان ہے کہ تنہائیوں میں برابر خدا کو یاد کرتا رہتا ہے اور جو بھی خدا کو یاد کرتا ہے ۔ خدا اسے دوست رکھتا ہے اور اسے نفاق اور جہنم دونوں سے محفوظ رکھتا ہے اور جنت میں جگہ دیتا ہے ۔ اہلِ جنت کسی چیز پر نادم نہیں ہوں گے مگر اس لمحہ پر ضرور نادم ہوں گے جو یادِ خدا کے بغیر گزر گیا کہ کاش اس لمحہ میں بھی یادِ خدا کی ہوتی تو درجات اور بلند ہو جاتے ۔

فرزند : خبردار کوئی مجلس یادِ خدا سے خالی نہ رہے کہ امام ؑ کا ارشاد ہے کہ

"جس مجلس میں خدا کا اور ہمارا ذکر نہ ہو وہ صاحبِ مجلس کے لیے وبال اور حسرت بن جائے گی ۔"

(اصول کافی ۲ ص ۴۹۸)

یہ یاد رہے کہ یاد سے مراد فقط زبانی تذکرہ نہیں ہے بلکہ توجہ قلب ہے جس کا مقدمہ ذکر لسان ہوتا ہے ۔ پروردگارِ عالم نے ابراہیم ؑ کو اسی بات پر خلیل بنا دیا کہ خدا کو بہت یاد کرتے تھے ۔ ذکرِ قلب ذکر زبان سے ستر گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے ۔ (اصول کافی ۲ ص ۵۰۲)

استغفار :

فرزند! سحر کے وقت استغفار کرو اور ہر صبح کو سو مرتبہ ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ دس مرتبہ سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر ۔ کہا کرو۔

گھر سے نکلتے وقت عمامہ کا سرا لٹکا دو اور یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ و باللہ، آمنت باللہ ماشاء اللہ لاحول ولا قوہ الا باللہ توکلت علی اللہ (اصول کافی ۲ صہ ۱۴۳)

کوئی بھی واقعہ دیکھو سوال کرنے کی کوشش نہ کرو۔ لقمان حکیم نے جناب داؤد کو زرہ بناتے دیکھا تو ارادہ کیا کہ دریافت کریں پھر حکمت آڑے آگئی۔ اور چپ ہو گئے تھوڑی دیر میں جناب داؤد نے اسے مکمل کر کے پہن لیا اور فرمایا کہ جنگ کے لیے بہترین زرہ ہے۔ لقمان نے کہا۔ بیشک خاموشی ایک حکمت ہے مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔

فرزند! مستحبات کو خلوتوں میں انجام دو تاکہ ریاکاری کا امکان نہ رہے۔ لوگوں کے سامنے لا الٰہ الا اللہ کہتے رہو کہ یہ بہترین ذکر بھی ہے اور یہ ورد خاموشی سے ہو بھی سکتا ہے کہ اس کے تمام حروف ساکت ہیں اور اسی لیے اسے ذکرِ خفی قرار دیا گیا ہے اور اس کا فضل دیگر اذکار پر ستر گنا زیادہ ہوگا۔

فرزند! لا الٰہ الا اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم صل اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین کثرت سے کہا کرو کہ اس میں شیاطین کو بھگانے کی عجیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے۔

فرزند ! معصومین ؑ کی جتنی دعائیں ہیں سب کی تلاوت کرو چاہے زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو اور ہر عمل پر عمل کرو چاہے ایک ہی بار ہو کہ ہر عمل کا ایک خاص اجر اور ہر دعا کی ایک خاص تاثیر ہے۔ تم اس اجر و اثر سے کیوں محروم رہ جاؤ۔ عبادتوں اور دعاؤں کا حساب پھلوں کا ہے کہ انسان جس باغ میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے ہر پھل کو چکھنا چاہتا ہے تو جب بستانِ عبادت میں داخل ہو تو ہر عبادت اور ہر دعا کا ذائقہ محسوس کرنا چاہیے۔

فرزند ! روزانہ کسی نہ کسی مقدار میں قرآن ضرور پڑھو۔ بالخصوص سحر کے وقت تلاوت بھی کرو اور معانی پر غور بھی کرو۔ تاکہ اس کے احکام پر عمل کر سکو۔ ائمہ معصومین ؑ کی تفسیر کا مطالعہ کرتے رہو تاکہ مشکلاتِ قرآن حل ہوتے رہیں۔

فرزند ! جہاں تک ممکن ہو باطہارت رہو۔ طہارت شیطان کے مقابلہ میں مومن کا اسلحہ ہے۔ اس سے عذابِ قبر دفع ہوتا ہے۔ حاجت روائی ہوتی ہے۔ عمر میں زیادتی رزق میں وسعت، جاہ و عزت میں اضافہ، بلندی رفعت و منزلت، صحت بدن، فرحت و نشاط اور حافظ و ذہن حاصل ہوتا ہے۔ وضو نصف ایمان ہے۔ (مستدرک، ۱؍۴۱)، مومن جب تک باوضو رہے ثواب تعقیبات حاصل کرتا رہتا ہے۔ (وسائل ۱ صہ ۲۶۴،۲۶۴)

باطہارت مرنے والا شہید مرتا ہے۔ (مستدرک ۱ صہ ۴۲) باوضو سونے والا تمام رات عبادت گذار شمار ہوتا ہے (وسائل ۱ صہ ۵)

باوضو بستر پر آنے والے کے لیے بستر مسجد کا درجہ رکھتا ہے (وسائل ۱ صہ ۵)۔ مومن کی روح خواب کے عالم میں ملاء اعلیٰ کی سیر کرتی ہے تو اسے باطہارت رہنا چاہیے تاکہ وہاں رب سے ملاقات کرنے کے قابل ہو اور برکتیں حاصل کر سکے۔

فرزند! وسوسہ شیطانی کے وقت اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھو اس کے بعد کہو "آمنت باللہ وسلہ مخلصاً لہ الدین"

فرزند! فرائض کو اوّل وقت ادا کرو کہ یہ افضل بھی ہے اور برأت ذمہ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ اس سے بدن کو راحت رہتی ہے اور روح کو سکون رہتا ہے۔ روایت میں ہے کہ نماز سے پہلے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا تو پہلے نماز ادا کر لو تاکہ ہر عمل قبول ہو جائے۔ اور رزق میں وسعت بھی ہو۔ (مستدرک ۱۷۱)

نوافل کی پابندی:

فرزند! دن و رات کے تمام نوافل ادا کر دو چاہے مختصر طریقہ ہی پہ کیوں نہ ہو۔ نوافل سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے اور تجربہ یہ کہتا ہے کہ نافلۂ شب سے وسعتِ رزق اور نافلۂ ظہرین سے توفیقات میں اضافہ ہوتا ہے۔

خبردار۔ نوافل کو اس لیے نہ ترک کرنا کہ مشغولیت زیادہ ہے۔ نوافل مشغولیت کے مددگار ہیں منافی نہیں ہیں۔ علم عمل کا مقصد ہوتا ہے علم کی خاطر عمل کا ترک کر دینا بے فائدہ ہے۔

فرزند: جہاں تک ممکن ہو فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کرو چاہے امام بنو یا ماموم کہ جماعت کا ثواب بے پناہ ہے۔ وہ ضائع نہ ہونے پائے۔

---

*۱ روایت میں ہے کہ جماعت میں ایک نفر کا ثواب ۲۷ اسوگنا ہے پھر جیسے جیسے افراد بڑھتے جائیں گے ثواب دوگنا ہوتا جائے گا یہاں تک کہ جب مجمع اس سے بڑھ جائے گا تو ثواب بے حساب ہو جائے گا کہ انسان و جنات مل کر بھی حساب نہیں کر سکتے۔ (جوادی)

فرزند! نماز کے بعد تسبیح زہرا کی پابندی کرو اور سجدۂ شکر ضرور ادا کرو۔ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو سجدۂ شکر کی نیت سے پیشانی خاک پر رکھو اور وہ دعا پڑھو۔ جو جبریل امین نے حضرت یوسف کو تعلیم دی تھی جس کے بعد وہ قید سے رہا ہو گئے تھے اور کنویں سے باہر نکل آئے تھے۔

فرزند! ہر مہینے کے پہلے اور آخری پنج شنبہ اور درمیانی چہار شنبہ کو روزہ رکھو کہ یہ تمام زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ (مستدرک ۱ ص ۵۹۳)

فرزند! روزانہ کم از کم تین مرتبہ سورۃ قل ہو اللہ پڑھو کہ ایک قرآن ختم کرنے کے برابر ہے اور اسی لیے جناب سلمانؓ نے اس بات پر ناز کیا تھا کہ میں تمام روز روزہ رکھتا ہوں، تمام رات عبادت کرتا ہوں اور روزانہ ختم قرآن کرتا ہوں اور جب حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا تو سلمانؓ نے کہا کہ میں ہر مہینے کے تین روزے رکھ کر (دس گنا ثواب لے کر) اسے مہینے کے برابر بناتا ہوں۔ ہر رات باوضو سو کر شب بیداری کا ثواب لیتا ہوں۔ اور روزانہ تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر پورے قرآن کا ثواب لیتا ہوں اور پیغمبر اسلام ص نے سلمان فارسیؓ کے اس دعویٰ کی تصدیق فرمادی۔

نوم وطعام :

فرزند ! خبردار زیادہ کھانا نہ کھانا کہ اس سے سستی اور سنگ دلی پیدا ہوتی ہے۔ روایات میں ہے کہ انسان شیطان سے اس وقت قریب تر ہوتا ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ (مستدرک ۳ صہ ۸۱)

خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ترین شے شکم سیری ہے۔ (مستدرک وسائل ۲ صہ ۸۰)

مومن کے لیے مضر ترین شے پیٹ کا بھرا ہونا ہے۔ ہمیشہ ایک تہائی شکم پانی کے لیے رکھو ایک تہائی سانس کے لیے اور ایک تہائی کے برابر کھانا کھاؤ کہ یہی مزاج کے لیے سازگار اور بدن کے لیے صالح ہے۔ (مستدرک ۳ صہ ۸۰)

خبردار یہ نہ سمجھنا کہ قوت زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ قوت کا تعلق ہاضمہ سے ہے کھانے سے نہیں۔ اور ہاضمہ کم کھانے ہی میں کام کرتا ہے۔ زیادہ کھانے میں نہیں معدہ ایک پتیلی ہے اور پتیلی میں جتنی جگہ خالی ہوگی اتنی ہی اچھی غذا پختہ ہوگی۔

خبردار شکم سیری میں اشتہاء کے بغیر نہ کھانا کہ اس سے بدہضمی، برص، حماقت اور نادانی پیدا ہوتی ہے۔ (وسائل ۳ صہ ۲۶۳)

خبردار، زیادہ سونا بھی نہیں کہ اس سے عمر عزیز ضائع ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ریاضت میں لگ جاؤ۔ نہیں یہ کام تو اور برا ہے اس سے تو الگ ہی رہنا چاہیے اور آب و ہوا کے مطابق غذا استعمال کرتے رہنا چاہیے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ ہر کام بقدر ضرورت انجام دو اور زیادتی نہ ہونے پائے۔

زیادہ ہنسی :

فرزند! خبردار زیادہ ہنسی سے کام نہ لینا کہ اس سے دل مردہ اور چہرہ بے آبرو ہوجاتا ہے۔ ہنسی کا بہترین علاج انگوٹھے پر نگاہ کرنا ہے کہ اس سے ہنسی رک جاتی ہے اور ہنسی کا کفارہ "اللّٰھم لا تمقتنی" ہے۔

مختصر ہنسی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ خوش خلقی کی علامت ہے ممدوح صفت ہے۔ پیغمبر اسلام ص کی ہنسی بقدر تبسم ہوا کرتی تھی۔

ہنسی کی طرح زیادہ مذاق بھی نہ کرنا کہ اس سے آبرو جاتی رہتی ہے (وسائل ۲ ص ۲۰۶)

نورِ ایمان ختم ہوجاتا ہے۔ (مستدرک ۲ ص ۷۹)

مروّت کم ہوجاتی ہے۔ (مستدرک ۲ ص ۷۷)

عداوت پیدا ہوتی ہے۔ (وسائل ۲ ص ۲۱۷)

مختصر مزاح بہترین شے ہے اور یہی ائمہ معصومین ع کا طریقہ رہا ہے اور انہوں نے اصحاب کو بھی یہی تعلیم دی ہے کہ اس کا شمار مومن کو خوش کرنے میں ہے جو بہترین کارِ ثواب ہے۔

فرزند، خبردار کسی مومن کے قتل پر خوش نہ ہونا کہ امام رضا ع کا ارشاد ہے جو کسی کے عمل سے خوش ہوتا ہے اس کا شمار عمل کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ (مستدرک ۲ ص ۳۴۴)۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر مومن کا قتل مشرق میں ہوتا ہے اور دوسرا شخص مغرب میں اس سے خوش ہوتا ہے تو اس کا شمار بھی قاتلوں میں ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ امام عصر ع ظہور کے بعد قاتلانِ حسین ع کی اولاد سے انتقام لیں گے کہ وہ اپنے بزرگوں کے عمل سے راضی رہی ہے۔ (تفسیر صافی)

فرزند! خبردار. غیبت اور بہتان سے اپنے کو محفوظ رکھنا کہ ان کی وجہ سے نامۂ عمل نیکیوں سے خالی اور برائیوں سے پُر ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں جس کی غیبت کی ہے اور اس کی برائیاں اس کی طرف آجاتی ہیں اور اس طرح یہ بالکل خالی ہاتھ ہو جاتا ہے۔ (مستدرک ۲ صـ۱۰۶)

حسد:

فرزند! خبردار. حسد سے ہوشیار رہنا کہ حسد کرنے والے کا عمل چڑھتے آسمان تک بھی نہیں پہنچتا اور راستے ہی سے اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں میں پریشان رہتا ہے۔ دنیا میں اپنے حسد کی بناء پر اور آخرت میں عذابِ الٰہی کی بناء پر۔

حسد کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ شیطان حسد ہی کا مارا ہوا ہے۔ برادرانِ یوسفؑ کی ذلّت و رسوائی حسد ہی کا نتیجہ تھی۔ (مجمع البیان ۵ ص۲۱۱)

حسد کرنے والا کبھی سردار ہو نہیں سکتا۔ (مستدرک)

حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

خبردار۔ پروردگار کے افعال پر اعتراض نہ کرنا۔ یہ بھی نہ کہنا کہ ہوا کس قدر گرم یا سرد ہے یا کاش اس نے مجھے مالدار بنایا ہوتا۔ کاش مجھے شفا دے دی ہوتی۔ کاش لڑکی کی بجائے لڑکا دے دیا ہوتا۔ کاش میری اولاد، میرا مکان یا میری ملکیت باقی رہ جاتی۔ کاش ایسا ایسا ہوتا تو بہت بہتر ہوتا کہ ان سب کا مقصد مصالح خدا پر اعتراض کرنا ہے اور اس کا شمار مخفی شرک میں ہوتا ہے۔

فرزند! خبردار، اپنے لیے کسی برائی کو طلب نہ کرنا کہ پروردگار مجھے موت دے دے یا میری زندگی لے لے کہ یہ سب مصلحت خداوندی کے خلاف ہے۔ جناب یوسفؑ نے قید خانہ میں دعا کی کہ پروردگار مجھے یہ زندان کیوں دے دیا گیا ہے تو ارشاد ہوا کہ تم نے کہا تھا کہ ان کے ملک سے قید خانہ بہتر ہے۔ یہ کیوں نہ کہا کہ ان کی دعوت سے عافیت بہتر ہے۔ (تفسیرِ صافی ص۲۲۴)

(یعنی انسان کو دعائے عافیت کرنی چاہیے اور اس کا طریقہ معین نہیں کرنا چاہیے۔ وہ پروردگار کی مصلحت پر ہے جس شے میں عافیت دیکھے گا، وہی عطا کرے گا۔ بندہ کو اعتراض یا شکایت کرنے کا حق نہیں ہے۔ جوادی)
خبردار، کسی کے خوف سے معصیت اختیار نہ کرنا کہ معصیت ترک کر دینے ہی میں نجات اور عافیت ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب یوسفؑ نے خوفِ خدا سے زلیخا سے دامن بچا لیا تو پروردگار نے انہیں ملک مصر عطا کر دیا۔

کِذب

فرزند، خبردار، غلط بیانی سے کام نہ لینا کہ اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور بندہ کو ذلیل بنا دیتا ہے۔ جھوٹے کا دنیا میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا اس کے اقوال و افعال کا بھروسہ نہیں رہ جاتا۔ حتی الامکان توریہ سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے اگرچہ یہ جھوٹ نہیں ہے لیکن تجربہ یہی کہتا ہے کہ نجات سچائی ہی میں ہے۔ اکثر اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ پروردگار نے سچ کے طفیل میں بڑے بڑے مصائب سے نجات دلا دی ہے۔

(توریہ کے معنی ایسے الفاظ کا استعمال کرنا ہے کہ سننے والا دوسرے معنی سمجھے اور کہنے والا منشار دوسرا ہو۔ مثال کے طور پر کوئی دروازہ پر آواز دے کر صاحب خانہ کے بارے میں سوال کرے اور نوکر کہدے کہ یہاں نہیں ہیں کہ سننے والا" یہاں کا مطلب پورا گھر سمجھے اور کہنے

والا" یہاں "سے وہ جگہ مراد لے جس جگہ وہ خود کھڑا ہے ظاہر ہے کہ ایک جگہ پر دو آدمی کھڑے نہیں ہو سکتے۔ جوادی)

اور دیکھو ایسی باتیں بھی نہ کرنا جن سے کوئی بدنفس جھوٹ بولنا سیکھ لے جیسا کہ مرسلِ اعظمؐ نے فرمایا کہ جب جناب یعقوب نے یہ کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یوسفؑ کو بھیڑیا نہ کھا جائے تو انہوں نے اپنے علم غیب کا اظہار کیا تھا لیکن برادرانِ یوسف نے اسی سے بھیڑیئے کی داستان تیار کر لی۔ یعنی مومن کو ایسے الفاظ سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے جس سے دوسروں کو جھوٹ بنانے کا راستہ مل جائے۔

طعن وطنز

خبردار کسی کو برے حالات کا طعنہ نہ دینا کہ ایسے آدمی کے اعمال اس کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں اور یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں پروردگار اسے بھی ایسے ہی حالات میں مبتلا نہ کر دے (وسائل ۱۳۱)

سنگ دلی

خبردار ایسا کوئی عمل نہ کرنا جس سے سنگ دلی پیدا ہو کہ سنگ دلی بدترین شئے ہے (اور شاید آخر کتاب میں سنگدلی کے اسباب پر روشنی ڈالی جا سکے۔)

تکبّر اور غرور:

خبردار، تکبّر سے محفوظ رہنا کہ میں نے بار بار دیکھا ہے کہ پروردگار نے متکبرین کو ذلیل کیا ہے اور مغرورین کی ناک رگڑی ہے۔

غرور کا نتیجہ ناکامی، مایوسی، ذلّت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

خدا ان متکبروں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ جن کی چال میں اکڑ ہوتی ہے۔ اور ایسے لوگوں پر زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ (وسائل ۲ صـ۴۷۲)

اکڑنے والا اخیار سماوات وارض اور خدا کا دشمن ہوتا ہے۔ (وسائل ۲ صـ۴۷۲)

یاد رکھنا کہ تکبر اور اکڑ سفاہت اور حماقت کا نتیجہ ہے ورنہ انسان کے پاس اکڑ کا سبب کیا ہے۔ وہ اپنے اوّل و آخر کو یاد کرلے تو ابتدا میں نطفۂ نجس تھا اور آخر میں مردار ہوجائے گا تو اب تکبّر اور اکڑ کی کیا وجہ ہے۔ (مستدرک ۲ صـ۳۳۲)

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسان کے شکم میں پائخانہ کا وجود اس جذبۂ غرور کو مٹانے کے لیے ہے کہ جو اپنے ساتھ شکم میں غلاظت لیے پھرتا ہے۔ وہ کس بات پر اکڑتا ہے۔ (فروع کافی ۳ صـ۷)

فرزند! خبردار غرور، اکڑ اور اس کے اسباب سے محفوظ رہنا۔ زمین پر خط دینے والا لباس نہ پہننا کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور ایسا آدمی بوئے جنت سے بھی محروم رہتا ہے۔ (وسائل ۲۸۳)

ایسے شخص کی قبر جہنم کی طرف دھنس جاتی ہے اور اس کا حشر قارون کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ بھی زمین میں دھنس گیا تھا۔ (وسائل ۱۱ ۲۸۳)

دوسرے لوگ تعظیم کے لیے کھڑے ہوں اور تم بیٹھے رہو۔ یہ بھی غرور کا انداز ہے۔ پروردگار ایسے انسان کو اہلِ جہنم میں شمار کرتا ہے جو مغرورانہ انداز سے بیٹھا ہے اور لوگ اس کے گرد کھڑے رہیں (جامع السعادات ۱ صہ ۳۰۹)

آئمہ معصومین ؑ نے غرور کا علاج پیوند دار لباس، کہنہ نعلین، گرد آلود چہرہ اور بازار سے سامان لانے، معمولی سواری پر سوار ہونا اور مساکین کی ہم نشینی کو قرار دیا ہے اور یہی طرزِ عمل اپنایا بھی ہے۔ (مستدرک ۲ صہ ۳۲۹)

اللہ نے تکبّر کرنے والوں سے نعمتیں سلب کر لیں ہیں۔ شیطان کا انجام پیشِ نظر رہے وہ اس ایک تکبر کی وجہ سے نعمتِ قربِ الٰہی سے محروم ہو گیا لہذا خبردار اس جلاد سے محفوظ رہنا اور اس کے اسباب سے بھی اپنے کو بچائے رکھنا۔

تواضع و انکسار:

فرزند! خاکساری اختیار کرنا کہ اس میں خیر دنیا و آخرت ہے۔

"روایات میں ہے کہ تواضع سے بلندی حاصل ہوتی ہے۔"

(وسائل ۲ صے ۴۰)

تواضع میں شرف ہے۔ (مستدرک ۲ صہ ۳۰٦)

تواضع سے حکمت آباد ہوتی ہے۔ (وسائل ۲ صے ۴۰)

تواضع خشوع، خوفِ خدا اور حیا و غیرت کی کھیتی ہے۔ (مستدرک ۲ صہ ۳۰٦)

پروردگار تواضع کرنے والوں پر فخر کرتا ہے اور اس نے ہر انسان پر ایک ملک کو معین کر کے اس کی پیشانی ملک کے قبضہ میں دے دی ہے کہ جب وہ اکڑ کر سر اٹھاتا ہے تو ملک جھکا دیتا ہے اور جب انکسار سے سر جھکاتا ہے تو ملک اسے سر بلند کر دیتا ہے۔ (وسائل ۲ صہ ۴۱)

اللہ نے موسیٰ کو ان کی تواضع و انکساری کی بنا پر کلیم بنا دیا تھا کہ انہوں نے خاک پر پیشانی رکھی تھی اللہ نے انہیں سب سے بلند کر دیا اور پورے زمانہ سے ممتاز کر دیا۔ فرزند! خبردار دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا کہ اس میں خالق کی توہین ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جناب نوحؑ ایک خارش زدہ کتے کے قریب سے گزرے اور انہوں نے حقارت سے فرمایا کہ یہ کیسا کتا ہے تو وہ بحکم خدا گویا ہوا کہ خداوند عالم نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔ اگر آپ کو پسند نہیں تو مجھے اس سے اچھا بنا دیجئے۔ جناب نوحؑ بے حد شرمندہ ہوئے

اور اس ترک اولیٰ پر چالیس سال گریہ کرتے رہے جس کے بعد انہیں نوح کا خطاب ملا۔ حالانکہ ان کا نام عبد الجبار تھا (مستدرک ۲ صہ ۲۶۳)

اسی طرح جب حضرت موسیٰ ؑ سے کہا گیا کہ ایک ایسی مخلوق کو لے کر آؤ جس سے تم بہتر ہو تو وہ ایک خارش زدہ کتے کو لے کر چلے اور راستہ میں چھوڑ دیا تو مقام مناجات میں ارشاد ہوا کہ اگر تم اس کو لے کر آجاتے تو میں تمہارا نام دیوان نبوت سے محو کر دیتا کہ میرے مقربین کسی طرح کے غرور کا شکار نہیں ہوتے۔ بقول عارفین جب تک انسان میں یہ احساس رہے گا۔ کہ وہ دنیا میں کسی ایک سے بھی بہتر ہے۔ اس میں تکبر برقرار رہے گا۔*

خودپسندی:

خبردار، خودپسندی کا شکار نہ ہونا کہ یہ دین کے لیے فساد اور عمل کے لیے بربادی کا ذریعہ ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جناب عیسیٰ ؑ کا ساتھی ان کے ساتھ بسم اللہ کہہ کر دریا پر چل پڑا اور جب درمیان میں یہ خیال آیا کہ اب میں بھی عیسیٰ ؑ جیسا ہو گیا ہوں تو وہیں ڈوبنے لگا اور فریاد کی۔ جناب عیسیٰ ؑ نے اسے سنبھال لیا اور سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ خودپسندی کا نتیجہ ہے۔ آپ نے توبہ کی تلقین کی۔ اس نے توبہ کی اور پھر کمال واپس آگیا کہ بسم اللہ کہہ کر پانی پر سے گزر جاتا تھا۔ (اصول کافی ۲ صہ ۳۰۶)

---

* (کھلی ہوئی بات ہے کہ اس قسم کے واقعات درسِ اخلاق کی حیثیت رکھتے ہیں ورنہ کوئی نبی نہ مغرور ہو سکتا ہے اور نہ اس کا نام دیوانِ نبوت سے کٹ سکتا ہے۔ اللہ نے انبیاء کو ذریعہ بنایا ہے۔ عام انسانوں کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی کے لیے جیسا کہ اس سے پہلے جناب نوح ؑ، جناب یعقوب ؑ اور جناب یوسف ؑ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ جوادی)

ریاکاری :

فرزند ! ریاکاری سے بچتے رہنا کہ یہ شرک کے مترادف ہے اور روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص غیر خدا کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے اللہ روزِ قیامت اس کو اسی کے حوالے کر دے گا۔ (اصولِ کافی ۲ صہ ۲۹۳)

ریاکار قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ فاجر، کافر، غدار اور خسارت کار۔ اس کے اعمال برباد، اجر معطل اور اسے انجام کار اس کے حوالے کر دیا جائے گا جس کے دکھانے کے لیے عمل انجام دیا تھا۔ (وسائل ۱ صہ ۱۱)

بعض روایات میں ہے کہ انسان خدا کے لیے قلیل عمل کرتا ہے تو وہ بندوں میں کثیر بنا کر پیش کر دیتا ہے اور بندوں کے لیے کثیر عمل انجام دیتا ہے تو وہ قلیل بنا دیتا ہے۔ چاہے رات بھر بیدار ہی کیوں نہ رہا ہو اور اپنے جسم کو تھکا ہی کیوں نہ ڈالا ہو۔

(اصولِ کافی ۲ صہ ۲۱۶)

عقل بھی اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ بظاہر خدا کی عبادت کی جائے اور واقعاً غیر اللہ کے لیے عمل کیا جائے۔ آخر انسان کی بندگی میں کیا فائدہ ہے اور وہ بیچارہ جو ایک مچھر کو اپنے سے دفع نہیں کر سکتا۔ وہ کسی کو کیا دے سکتا ہے جو مکھی کی چھینی ہوئی شئے کو واپس نہیں لے سکتا اس سے انسان کیا توقع رکھتا ہے اور اس کی رضامندی کے لیے عمل کر کے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مایوسی :

فرزند! خبردار، مایوسی کا شکار نہ ہونا کہ عذابِ خدا کی طرف سے اطمینان اور رحمتِ خدا سے مایوسی گناہِ کبیرہ میں ہے اور اس سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں توہین پروردگار بھی ہے۔

میں نے بعض ایسے گناہگاروں کو دیکھا ہے کہ جہنم کے بارے میں شیطان صرف گناہگار بنا دینے پر راضی نہیں ہوا بلکہ انہیں رحمتِ خدا سے مایوس کر کے توبہ سے بھی روک دیا اور نتیجہ میں وہ دہرے گناہ کے مرتکب ہو گئے، معصیت بھی کی اور رحمتِ خدا سے مایوس بھی ہوئے اور آخر میں توبۂ واجب کو ترک کیا۔

توبہ:

فرزند! اگر شیطان تمہارے دل میں وسوسہ پیدا کرکے مخالفت پروردگار پر آمادہ بھی کردے تو خبردار توبہ کو فراموش نہ کردینا اور فی الفور توبہ کرلینا کہ توبہ گناہوں کو محو کردیتی ہے۔ (اصول کافی ۲ ص ۴۳۲) ۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہو کہ خدا جانے کب کون سی خطا ہوجائے اور قدم پھسل جائیں۔

فرزند! یاد رکھو توبہ فقط استغفار کا نام نہیں ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے اور استغفراللہ کہتا رہے یہ توبہ نہیں ہے۔ یہ تو پروردگار کا مذاق اڑانا ہے۔ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں چھ چیزیں پائی جاتی ہوں۔

۱۔ گزشتہ پر ندامت

۲۔ آئندہ کے لیے عزم محکم کہ اب ایسا گناہ نہ کریں گے۔

۳۔ مخلوقین کے حقوق کی ادائیگی کہ مال ہے تو واپس کردیا جائے اور غیبت وغیرہ ہے تو معافی طلب کرلی جائے۔

۴۔ جن فرائض میں کوتاہی ہوگئی ہے ان کی قضا کی جائے۔

۵۔ جو گوشت مال حرام سے پیدا ہوا ہے اسے حزن والم کے ذریعے گھٹا دیا جائے کہ کھال اور ہڈی رہ جائے اور پھر سے نشوونما ہو۔

۶۔ جتنی معصیت سے لذت حاصل کی ہے اتنی ہی اطاعت کی زحمت برداشت کیجائے۔

ان شرائط کے بعد توبہ مکمل ہوتی ہے اور اسے توبۂ کاملہ کہا جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ، وسائل ۲ ق ۴۱۲)

یاد رکھو کہ یہ پروردگار عالم کا امتِ پیغمبرؐ پر احسان ہے کہ اس توبہ و استغفار پر گناہوں کے بخشنے کا وعدہ کرلیا ہے ورنہ دورِ قدیم میں توبہ کا قانون اس قدر سخت تھا کہ

آج کے انسانوں کے لیئے ناقابلِ تصوّر ہے۔ امیرالمومنین ؑ نے سورہ بقرہ کی آخری آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ پروردگار نے اس امت سے بہت سے بوجھ اٹھا لئے ہیں اور اس کا بوجھ بالکل ہلکا کردیا ہے ورنہ زمانہ قدیم میں گناہ دروازے پر لکھ دیئے جاتے تھے۔ توبہ کے لیے ترکِ لذات ضروری تھا اور اس امت میں پردہ پوشی سے کام لیا جاتا ہے اور آب و غذا بھی حرام نہیں ہوتا۔ سابق امتوں میں پچاس، اسی اور سو سال توبہ کے بعد بھی ادنیٰ عتاب ضرور نازل ہوتا تھا اور اب مختصر توبہ پر بھی مستقل عذاب برطرف ہو جاتا ہے۔ چاہے انسان نے برسہا برس گناہ کئے ہوں* (تفسیر صافی ص۷۶)۔

پروردگار عالم نے اس امت کے لیے توبہ کا مسئلہ اتنا آسان کر دیا ہے کہ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ۹۹ آدمیوں کو قتل کر کے ایک عابد و زاہد سے دریافت کیا کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے اسے بھی تہہِ تیغ کر دیا۔ اور اب ایک عالم کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا خدا ارحم الرحمین ہے۔ اب بھی توبہ قبول کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ فلاں سرزمین پر ایک نبیٔ خدا ہے اس کے پاس جاکر توبہ کرو۔ یہ شخص نبیٔ خدا کی جستجو میں چلا۔ اثناءِ راہ انتقال ہو گیا تو مصلحت پروردگار نے ملائکۂ رحمت و عذاب دونوں بھیجے۔ ایک کا کہنا تھا کہ گناہگار ہے۔ دوسرے کا کہنا تھا کہ راہِ توبہ پر جا رہا تھا۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ زمینِ معصیت اور زمینِ توبہ کی پیمائش کی جائے کہ یہ کس سے زیادہ قریب ہے۔ پیمائش کی گئی۔ زمین توبہ ایک بالشت کم نکلی۔ حکم خدا ہوا کہ ملائکۂ رحمت اسے لے جائیں۔ اس لیے کہ یہ

---

* ١٦ اس روایت میں بے شمار نعمتوں اور رحمتوں کا تذکرہ ہے۔ تفسیر صافی کا مطالعہ اس باب میں بیحد مفید ہوگا ۔ جوادی)

توبہ سے ایک بالشت زیادہ قریب ہوچکا تھا اور بعض روایات کی بناء پر خود پروردگار نے زمین توبہ کا فاصلہ کم کر دیا کہ ارادۂ توبہ ہی سب سے بڑی توبہ ہے۔

فرزند یاد رکھو۔ پروردگار اپنے بندوں پر بیحد مہربان ہے۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے وہ توابین کو دوست رکھتا ہے (وسائل ۲ ص ۴۷۲)

اور بعض روایات میں ہے کہ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو خداوند اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے شام کے وقت صبح کا کھویا ہوا جانور مل جائے اس لیے کہ جانور کا پلٹ آنا آسان ہے اور انسان کا توبہ کرنا مشکل ہے (اصولِ کافی ۲ ص ۲۴۰)

توبہ میں عجلت:

فرزند! توبہ کرو۔ مسلسل توبہ کرو اور گناہ کے بعد فوراً توبہ کرو کہ معاملہ ہاتھ سے نکلنے نہ پائے اور عتاب الٰہی نہ نازل ہونے پائے۔ خبردار توبہ میں سستی اور کاہلی نہ برتنا کہ اس تاخیر میں سخت آفتیں ہیں۔ شاید ملک الموت ہی آجائیں اور وقتِ توبہ نکل جائے۔

گناہ کا حساب ایک معمولی پودے کا ہوتا ہے کہ فی الفور اکھاڑ لیا تو اکھاڑ لیا ورنہ جڑ پکڑ لی تو اکھاڑنا مشکل ہوجائے گا۔ یہی حال گناہوں کا ہے کہ فوراً توبہ کرلی تو خیر ورنہ عادت پڑ گئی تو تاخیر ہی ہوتی رہے گی اور توبہ نصیب نہ ہوگی۔

روایات میں ہے کہ پروردگار گناہ کے بعد سات ساعت۔ نو ساعت یا ایک دن کی مہلت دیتا ہے اور اتنی دیر تک گناہ درج نہیں کئے جاتے (وسائل) اس کے بعد اگر توبہ نہیں کی تو گناہ ثبت کر دیئے جائیں گے اور توبہ بھی مشکل ہوجائیگی۔

توبہ سے طول عمر۔ وسعت رزق اور حسن حال پیدا ہوتا ہے۔ خبردار، اس میں کوتاہی اور سستی نہ ہونے پائے کہ تمام نعمتوں سے محروم ہوجاؤ۔

تلخئ حالات پر صبر:

فرزند ! اللہ تم کو رزق اور عفت عنایت فرمائے۔ ہمیشہ تلخئ حالات میں صبر کو شعار بنائے رکھنا۔ مالکِ کائنات نے جنابِ موسیٰؑ سے ارشاد فرمایا تھا کہ جب بھی دنیا کو اپنی طرف آتے دیکھو تو کہو انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایک عذاب ہے جو آرہا ہے اور جب دنیا کو منہ پھیرتے دیکھو تو فقر کا استقبال کرو کہ صالحین کا یہ شعار ہے۔ (جامع السعادات ۲ صہ۷۲)

مرسل اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ فقیری قدرت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

فقیری وہ نعمت ہے جسے اللہ مرسل اور مومن کریم کو عطا کرتا ہے۔

فقیری خدا کی طرف سے ایک کرامت ہے اور عزت ہے۔ (جامع السعادات ۲ صہ۸۲)

فقیری مومن کی زینت ہے۔ (جامع السعادات ۲ صہ۸۱)

اہلِ جنت کی اکثریت فقراء کی ہے۔ جنت میں سب سے کم تعداد مالداروں اور عورتوں کی ہوگی۔ انسان جتنا ایمان میں ترقی کرتا جاتا ہے اتنی ہی معیشت میں تنگی بڑھتی جاتی ہے۔ (اصولِ کافی ۲ صہ۲۶۱)

انبیاء میں سب سے آخر میں جناب سلیمان داخل ہوں گے کہ انہیں پوری مملکت کا حساب دینا ہوگا۔ فاقہ پر صبر ایک جہاد ہے۔ فاقہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے (جو آخرت کا آدھا دن ہوگا) جنت میں یاقوت کے ایسے کمرے ہوں گے جنہیں اہلِ جنت اسی طرح حیرت سے دیکھیں گے جس طرح اہلِ زمین ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ان کمروں کے ساکن نبیؐ اور مومن نادار ہوں گے۔ فقرا جنت کے بادشاہ ہیں۔ سارے انسان جنت

کے مشتاق ہیں اور جنت فقیروں کی مشتاق ہے۔ فقراء جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے۔ ان کی شفاعت ان تمام لوگوں کے بارے میں مقبول ہوگی جنہوں نے ان پر ایک گھونٹ پانی سے بھی احسان کیا ہے۔ فقیر پر صرف ہونے والا ایک درہم امیر کو دیئے جانے والے ہزار درہم سے بہتر ہے۔ اللہ مردِ مومنِ فقیر سے اسی طرح پیش آئے گا جس طرح ایک مومن اپنے برادرِ مومن سے معذرت کرتا ہے یعنی منادی آواز دے گا۔ فقراءِ مومنین کہاں ہیں؟۔ تو کچھ لوگ سامنے آئیں گے اور پروردگار ارشاد فرمائے گا۔ میری عزت وجلال وبلندی ونعمت کی قسم ہم نے تم کو نعمات دنیا سے محروم اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تم ہماری نگاہ میں ذلیل تھے، ہم نے تمہاری نعمتوں کو یہاں کے لیے ذخیرہ کیا تھا۔ دیکھو جس نے تمہارے ساتھ ایک گھونٹ پانی سے بھی احسان کیا ہے اسے اپنے ہمراہ جنت میں لے جا سکتے ہو۔

فرزند، یاد رہے کہ فقر ممدوح کے لیے بھی چند شرائط ہیں۔

شرطِ اوّل: اس طرح باعفت رہے کہ لوگ اسے مالدار سمجھیں اور لوگوں سے اپنی عزبت کا اظہار نہ کرے۔ اپنی ضرورت کی بلا ضرورت شکایت نہ کرے اور اگر دل تنگ ہو جائے تو معتبر دوست یا برادرِ مومن سے بیان کرے اور وہ بھی اس امید کے ساتھ کہ وہ ضرورت کو رفع کر دے گا ورنہ حالات کا پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے کہ اس طرح پروردگار پر رزق کی ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے ورنہ وہ اسی کے حوالے کر دیتا ہے جس سے فریاد کی ہے اور لوگ اسے ذلیل بھی سمجھتے ہیں (اصول کافی ۲ صہ ۱۴۸)

جنابِ لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ بیٹا میں نے مصبّر کا مزہ بھی چکھا ہے اور درخت کی چھال بھی کھائی ہے لیکن فقیری سے زیادہ تلخی کسی شے میں نہیں ہے لہذا کسی دن بھی فقیری پیدا ہو جائے تو لوگوں سے بیان نہ کرنا ورنہ لوگ ذلیل کر دیں گے اور کام بھی نہ آئیں گے۔ ان حالات میں مالکِ کی طرف رجوع کرو۔ وہ حالات

درست کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ کون ایسا ہے جس نے اس سے مانگا ہو اور اس نے نہ دیا ہو۔ کون ایسا ہے جس نے اس پر اعتماد کیا ہو اور اس نے مصیبت سے نجات نہ دلائی ہو۔ (وسائل ـــ ۲ ص ۵۴)

شرطِ دوم : قناعت ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔

شرطِ سوم : صبر اور قضائے الٰہی پر رضا ہے جس کے بارے میں امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جبرئیلؑ نے مرسل اعظمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ پروردگار نے آپ کو ایسا تحفہ بھیجا ہے جو کسی نبی کو نہیں دیا ہے اور وہ ہے صبر۔ پھر ایک تحفہ اس سے بہتر ہے اور وہ ہے قناعت۔ اور ایک تحفہ اس سے بھی افضل ہے اور وہ ہے رضا۔ رضا کے معنی یہ ہیں کہ مالک دنیا دے یا نہ دے بندہ بہر حال ناراض نہ ہو اور اپنے معمولی عمل سے بھی خوش نہ ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ عمل کرتا رہے۔ (وسائل ـــ ۱ ص ۴۴)

فرزند! قضائے الٰہی پر راضی رہنا بہت بڑا شرف ہے جس کے لیے جہاد ضروری ہے۔ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوتا ہے

"جو شخص میری بلا پر صبر نہ کرے۔ میری قضا سے راضی نہ ہو۔ وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب تلاش کر لے اور میرے زمین و آسمان سے نکل جائے۔"

(منہاج النجاۃ کاشانی ص ۴۰)

دوسری روایت میں ہے جو رزقِ خدا پر راضی رہے گا۔ نہ ملنے پر بھی رنجیدہ نہ ہو گا۔ اور جو شکوہ و فریاد کرے گا اسے کوئی نیکی نصیب نہ ہوگی بلکہ غضبِ خدا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ فرزند! رضائے الٰہی حاصل کرو اور نفس کو اس کے فیصلہ پر مطمئن رکھو۔ خبردار اس سے ناراض نہ ہونا اور نہ اس کی شکایت کرنا۔

شرطِ چہارم: یہ ہے کہ ہر حالت میں شکرِ خدا کرتا رہے ، راحت ہو یا مصیبت ، وسعت ہو یا تنگی ۔ پروردگارِ عالم نے قرآنِ مجید میں صبر کو شکر سے ملا کر رکھا ہے اور شاکر بندوں سے فضل و احسان کا وعدہ کرتے ہوئے کفرانِ نعمت پر عذابِ شدید سے ڈرایا ہے۔

شرطِ پنجم : یہ ہے کہ فقر و فاقہ کا مشتاق رہے اور اس کے فوائد کے پیشِ نظر اس کا استقبال کرے اور یہ دیکھے کہ پروردگار نے قارون جیسے دولت مند کو دھنسا دیا ہے اور عیسیٰ جیسے نادار پیغمبر کو آسمان پر اٹھا لیا ہے ۔

شرطِ ششم : خدا پر اعتراض نہ کرے۔

شرطِ ہفتم : حرام اور شبہات سے پرہیز کرتا رہے اور فقر و فاقہ میں بھی حرام کا ارتکاب نہ کرے

شرطِ ہشتم : امر و نہی خداوندی کی اطاعت کرتا رہے اور فقر کی وجہ سے عبادت میں سستی نہ کرے ۔ جس قدر ممکن ہو فاقہ میں بھی صدقہ دیتا رہے ۔

شرطِ نہم : اغنیاء کے ساتھ نہ رہے اور دولت کی بنا پر ان کا احترام نہ کرے۔ ورنہ روایت میں ہے کہ جو شخص دولت مند کے گھر جا کر "دولت کی وجہ سے" اس کا احترام کرے گا اس کا ایک تہائی دین برباد ہو جائے گا ۔ دوسری روایت میں نصف دین اور دو تہائی دین کا بھی ذکر ہے (تفسیر صافی سورہ حجر) اور جو شخص بھی مالدار کی دولت کے سامنے جھکے گا وہ جنت کا حقدار نہ ہوگا ۔ بلکہ آسمانوں میں دشمنِ خدا اور دشمنِ رسول کے نام سے پکارا جائے گا ۔ اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی اور کوئی حاجت پوری نہ ہوگی۔

فرزند ، اسبابِ فکر ، اسبابِ رنج و غم ، اسبابِ نسیان ، اسبابِ نقصانِ عمر سے پرہیز کرتے ہوئے اسبابِ وسعتِ رزق و طولِ عمر پر عمل کرو

فرزند ! خدا تمہیں مومنین میں قرار دے اور منافقین کے شر سے محفوظ رکھے۔ برادرِ مومن کے حقوق ادا کرتے رہو کہ ہر مومن کا دوسرے مومن پر حق ہے۔ اور اس سے براءت ذمہ کا واحد راستہ حق کا ادا کر دینا یا معافی طلب کر لینا ہے ورنہ روزِ قیامت اس کا جواب دینا پڑے گا اور اس کے مطابق حشر و نشر کا فیصلہ ہوگا۔

فصلِ چہارم

طلبِ علم اور فضیلت طلبِ علم سے متعلق وصیتیں:

فرزند! خدا تمہیں

اپنی مرضی حاصل کرنے کی توفیق دے اور تمہارے مستقبل کو ماضی سے بہتر قرار دے۔ میں تمہیں علم دین حاصل کرنے کی وصیّت کرتا ہوں کہ اس پر واجبات کے ادا کرنے اور محرمات سے بچنے کا دار و مدار ہے اور اس کے علاوہ وہ خود ایک امر حسن و مستحسن و باشرف و بافضیلت ہے اور اس کا درجہ عظیم، منزل بلند قدر و قیمت جلیل اور بحکم عقل و نقل وہ ایک شرف عظیم ہے۔

عقل کا فیصلہ ہے کہ انسان و حیوان کے درمیان وجہِ امتیاز یہی علم ہے۔

تمام قابلِ تصوّر اشیاء کی دو قسمیں ہیں۔ قابل نمو اور جامد اور واضح ہے کہ نامی جامد سے بہتر ہے۔ پھر نامی کی بھی دو قسمیں ہیں حسّاس اور غیر حساس۔ اور واضح سی بات ہے کہ حساس کا مرتبہ غیر حساس سے بہتر ہے اور حسّاس کی بھی دو قسمیں ہیں عالم اور جاہل اور کھلی ہوئی بات ہے کہ عالم کا مرتبہ جاہل سے بہتر ہے اور اس طرح علم تمام معقولات اور قابلِ تصوّر امور میں سب سے عظیم درجہ کا مالک ہے۔

نقلیات میں سورہ اقراء جو بقول اکثر مفسرین قرآن مجید کا پہلا تنزیلی سورہ ہے، اس میں اعلان ہوتا ہے کہ رب اکرم نے انسان کو خلق کرنے کے بعد تمام امور کی تعلیم دے دی ہے۔ اس طرح نعمتِ وجود کے بعد نعمت علم کا ذکر کیا گیا ہے جو دلیل ہے کہ علم کائنات کی سب سے عظیم نعمت ہے اور ربّ کریم نے انسان کو سب سے بڑا اشرف یہی دیا کہ اسے علق سے علم تک پہنچا دیا ہے اس کے علاوہ ارشاد ہوتا ہے۔

"کیا صاحبانِ علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ نکتہ صاحبان عقل ہی سمجھ سکتے ہیں کہ علم کا مرتبہ جہل سے بالاتر ہے"۔ (سورہ زمر)

"جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر مل گیا ۔ حکمت توفیق علم و عمل ہے" (سورہ بقرہ)

"بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے صرف علماء ہیں"۔ (سورہ فاطر: ۲۹)

اس کے علاوہ مختلف آیات میں اہلِ علم کا تذکرہ اپنی ذات کے ساتھ کیا گیا ہے جو شرف و عظمت کی بہترین دلیل ہے ۔ روایات میں بھی علم کے بیحد فضائل وارد ہوئے ہیں ۔

عبداللہ بن میمون قداح نے امام جعفر صادق ؑ سے رسول اکرم ؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی دین کے راستے پر چلتا ہے خداوند کریم اسے جنت کے راستے پر لے جاتا ہے اور ملائکہ اس کے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں ۔ آسمان و زمین کی ہر مخلوق یہاں تک کہ ماہیانِ دریا بھی اس کے حق میں استغفار کرتی ہیں ۔ عالم کا مرتبہ عابد کے مقابلے میں جیسے چودھویں کا چاند ستاروں کے مقابلے میں ۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں ۔ انبیاء اپنی وراثت کے لیے درہم و دینار کا انتظام نہیں کرتے* بلکہ علم کو وراثت قرار دیتے ہیں کہ جسے یہ میراث مل جائے تو اسے بہت کچھ مل گیا ۔

---

* (واضح رہے کہ روایت میں انبیاء کے اہتمام کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ درہم و دینار کو اپنی میراث نہیں بناتے ہیں ۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اگر ان کے مرنے پر درہم و دینار بچ جائیں تو ان کے ورثہ کے علاوہ کسی اور کو مل جائیں گے ۔ وارث بنانا اور ہے اور وارث ہونا اور ہے ۔ علم کے لیے وارث بناتے ہیں اور مال کے لیے وارث ہوتے ہیں چاہے دونوں ایک ہی ہوں یا الگ الگ ۔ جوادی)

"اصبغ بن نباتہ نے امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ علم حاصل کرو کہ اس کا پڑھنا نیکی ہے۔ مذاکرہ تسبیح ہے، بحث جہاد ہے اور تعلیم دینا ایک صدقہ ہے۔ علم صاحبِ علم کے لیے ذریعہ تقرب، وجہِ معرفتِ حلال وحرام ہے اس کے ذریعہ جنت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انیسِ وحشت، مونسِ تنہائی، سلاحِ جنگ اور زینتِ احباب ہے اور پروردگار نے اسی کے ذریعے افراد کو خیر کا قائد قرار دیا ہے کہ ان کے اعمال یادگار رکھی جائے اور ان کے آثار کا اتباع کیا جائے۔ علم قلوب کی زندگی، آنکھوں کی بصارت، بدن کی قوت اور منازل ابرار تک جانے کا ذریعہ ہے، علم سے اللہ کی عبادت واطاعت، معرفت و توحید حاصل ہوتی ہے۔ علم کے ذریعے صلۂ رحم، معرفت حلال وحرام ہوتی ہے، علم عقل کا امام ہے اور عقل علم کی تابع علم نیک بختوں کے لیے الہام خداوندی ہے اور بدبختوں کی محرومی کا اظہار واعلان ہے۔ (بحارالانوار صہ ۵۴)

حسن بن ابی الحسن الفارسی نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ مرسلِ اعظمؐ نے فرمایا، "علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اللہ طالبان علم کو دوست رکھتا ہے۔" (اصول کافی)

ابو اسحاق نے اپنے وسیلہ سے امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ایہا الناس یاد رکھو دین کا کمال علم حاصل کرنا اور اس پہ عمل کرنا ہے۔ طلبِ علم طلب مال سے زیادہ واجب ہے۔ مال مقدر اور مضمون ہے۔ اسے ایک عادل نے تقسیم کر کے اس کی ضمانت لے لی ہے وہ اپنے وعدے کو وفا کرے گا۔ علم صاحبانِ علم کے پاس ذخیرہ ہے وہ تمہیں حاصل کرنا پڑے گا۔ لہٰذا حکم خداوندی کے مطابق علم حاصل کرو (اصول کافی)

ابو حمزہ ثمالی نے امام سجادؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

"اگر لوگوں کو طلبِ علمِ دین کا شرف معلوم ہو جائے تو جانیں دے کر اور دریاؤں میں گھس کر علمِ دین حاصل کرنے لگیں۔ پروردگار نے جناب

دانیال کی طرف وحی کی کہ بدترین بندہ، اہل علم کی توہین کرنے والا، ان کی اقتدا نہ کرنے والا اور محبوب ترین بندہ متقی، طالب ثواب، مصاحب علماء، تابع علماء اور حکماء سے اثر قبول کرنے والا ہے۔"

(اصول کافی ا صـ۳۵)

دوسری روایت میں ہے کہ

"جس عالم کے علم سے فائدہ اٹھایا جائے وہ ستّر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔" (اصول کافی ا صـ۳۳)

معاویہ بن عمار کی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ جو روایت کرنے والا آپ کی احادیث نشر کرے اور اسے مومنین کے قلوب میں ثبت کرے اور جو عابد یہ شان نہ رکھتا ہو اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ ایسا با فضل راوی ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔ (اصول کافی ا صـ۳۳)

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں کہ:

"زندگی میں خیر صرف دو قسم کے لوگوں کے لیے ہے وہ عالم جس کی اطاعت کی جائے اور وہ سننے والا جو غور سے سنے اور حاصل کرے۔"

(اصول کافی)

امام جعفر صادقؑ نے بشیر دہان سے فرمایا کہ

"میرے اصحاب میں جو شخص علم دین حاصل نہ کرے وہ لاخیرا ہے۔ بشیر، یاد رکھو جو شخص اپنے کو فقہ کے ذریعے بے نیاز نہ بنائے گا۔ وہ لوگوں کے علم کا محتاج ہوگا اور لوگ اسے لاعلمی میں گمراہی کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔

(اصول کافی ا صـ۲۳)

سلیمان بن جعفر کی روایت میں امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

"عالم کا مرتبہ روزہ دار، قائم اللیل، مجاہدِ راہ خدا سے بہتر ہے۔ عالم کی موت سے اسلام میں وہ خلا پیدا ہوتا ہے جسے کوئی شے پُر نہیں کرسکتی۔"

(اصول کافی ۱ صہ ۳۸)

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ

"ابلیس کی نظر میں عالم کی موت سے زیادہ محبوب کسی مومن کی موت نہیں ہے۔"

("اصولِ کافی ۱ صہ ۳۸)

امام موسیٰؑ بن جعفر کا ارشاد ہے کہ:

"مومن کی موت پر آسمان کے ملائکہ، زمین کی تمام عبادت گاہیں، اور آسمان کے تمام دروازے جن سے اس کے اعمال بلند ہوتے تھے، سب گریہ کرتے ہیں اور اسلام میں ایک رخنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ علمائے مومنین اسلام کے قلعے ہیں جس طرح شہر میں شہر پناہ کا قلعہ ہوتا ہے۔"

(اصول کافی ۱ صہ ۳۸)

اس کے علاوہ بے شمار روایات ہیں جو حدیث کی تفصیلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں لہذا فرزند خبردار یہ عظیم مرتبہ، یہ بلند ترین شرف، یہ ثوابِ جسیم، یہ اجرِ جزیل تمہارے ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ خبردار مالِ دنیا کے چکر میں نہ پڑ جانا کہ اس کی وجہ سے علمِ دین کو ترک کردو بلکہ علم کے لیے فقر و فاقہ برداشت کرنے پر آمادہ رہو کہ اس کے

ذریعہ دائمی استغنا، اور ابدی عزت نصیب ہوتی ہے۔ امر معاش میں دشواری ہو تو آخرت کی جزا اور اجر جمیل کو یاد کرو۔ اس کی وجہ سے تمام دشواریاں ہلکی ہو جائیں گی اور پھر یہ دیکھو کہ جن لوگوں نے علم دین کو ترک کر کے روزی کمانے کا راستہ اختیار کیا ہے وہی کون سے خوش اور مطمئن ہیں وہ تو دنیا و آخرت کی سعادت سے محروم ہیں تمہیں کم از کم سعادتِ آخرت تو ہاتھ آگئی۔

اور دیکھو فرزند قناعت کو ساتھ رکھنا اور زینتِ دنیا کے چکر میں نہ پڑ جانا۔ اس دنیا نے فرزندِ رسول ص امام حسین ع کی قدر نہیں کی تو تمہاری کیا حقیقت ہے۔ اس نے جب امام حسین ع پر یزید نحس کو مقدم کر دیا تو ایسی بے وفا اور منحوس دنیا سے دل لگانا شعارِ عقل و محبت کے خلاف ہے۔ ابن سینا جیسے فلسفی نے بھی اس کی شدید مذمت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ اخسّ مقدمات کا تابع ہوتا ہے *

فرزند! خواہ علم میں جو بھی زحمت اور فقیری سامنے آئے اس سے بددل نہ ہونا اور اپنا کام کیے جانا۔ یہ یاد رکھنا کہ یہ دارِ رنج و تعب ہے یہاں راحت کا تلاش کرنا غلط ہے۔ یہ دنیا تمہاری طرف متوجہ ہوگئی تو تمہیں آخرت سے بیگانہ کر دے گی تقویٰ سے روک دے گی۔ مہملات کے فریب میں مبتلا کر دے گی اور دھوکہ میں ڈال کر اپنا سارا بوجھ تمہارے ذمہ ڈال دے گی۔ اس کا طالب ہمیشہ پریشان حال رہتا ہے اس کا حال جہنم جیسا ہے جہاں سے ہمیشہ ھل من مزید کی آواز آتی رہتی ہے اور کسی کا پیٹ کبھی

---

* (یہ ایک منطقی قانون ہے کہ مقدمات میں جو مقدمہ سب سے کمزور ہوتا ہے نتیجہ اسی کا تابع ہوا کرتا ہے۔ نجوآدی)

نہیں بھرتا۔ اس سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ آخرت سے دل لگاؤ پھر کوئی پریشانی، اضطراب اور رنج وغم باقی نہ رہ جائے گا۔

فرزند! میری جان کی قسم۔ ترکِ دنیا میں وہ لذت ہے جس کا ہزارواں حصّہ بھی وہ شخص محسوس نہیں کر سکتا جو دنیا سے دل لگائے ہوئے ہے اور اس کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے مگر یاد رکھنا کہ ترکِ دنیا سے مراد نام نہاد صوفیت اور اظہارِ زہد یا ترکِ لذات اور تمام مال کا لٹا دینا نہیں ہے۔ یہ امور تو شریعت میں ناپسندیدہ ہیں۔ ترکِ دنیا سے مراد اس سے دل نہ لگانا۔ اس کی لذتوں کا عاشق نہ ہونا اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اس پر خدا سے زیادہ بھروسہ نہ کرنا اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے جس کی طرف عبداللہ بن ابی یعفور کی روایت صحیحہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ میں دنیا سے محبت کرتا ہوں کہ وہ مجھے مل جائے۔ فرمایا اس قدر محبت ہے۔ مل جائے تو کیا کروگے۔ عرض کی اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کروں گا۔ راہِ خدا میں صدقہ دوں گا۔ حج وعمرہ کروں گا۔ فرمایا یہ طلبِ دنیا نہیں طلبِ آخرت ہے (وسائل ج ۲ صفحہ ۵۳)

مطالعہ احادیث و مواعظ :

فرزند : خدا تمہیں دنیا و آخرت کی نیکی نصیب کرے۔

دیکھو طلبِ علم میں نیت صاف رکھنا ، دل دنیوی اغراض سے پاک اور نفس قوت عمل میں کمال کی طرف مائل رہے ۔ رذائل سے اجتناب کرو ۔ اخلاقی فضائل کو اختیار کرو ۔ قوتِ شہوت اور غضب کو قابو میں رکھو اور امام جعفر صادق کے ارشاد پر نظر رکھو کہ "جو شخص بھی علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے گا اور دوسروں کو تعلیم دے گا ۔ وہ آسمانوں میں عظیم پکارا جائے گا اور اعلان ہو گا کہ اس نے خدا کے لیے سیکھا خدا کے لیے سکھایا ہے ۔" (اصول کافی ، ص۳۵)

عباد بن صہیب بصری نے امام جعفر صادقؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

" طالب علم کی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو جہالت اور جھگڑے کے لیے علم حاصل کرتی ہے ۔ دوسری قسم وہ ہے جو غرور اور فریب کے لیے علم حاصل کرتی ہے اور تیسری قسم فقہ و عقل کے لیے حاصل کرنے والی ہے ۔ صاحبِ جہالت موذی اور محفلوں میں فقط بات کرنے والا ہے ۔ علم کے تذکرے کرتا ہے ۔ علم کا انداز اختیار کر کے خشوع کا لباس پہنے ہوئے ہے اور اندر سے تقویٰ سے بالکل خالی ہے ۔ اللہ اس کی ناک رگڑ دے گا ۔ اور اس کی کمر توڑ دے گا ۔ طالب رفعت و فریب لوگوں سے اونچا ہونا چاہتا ہے ۔ مالداروں کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے ۔ ان کا حلوہ کھاتا ہے اور ان کے دین کو برباد کرتا ہے ۔ اللہ نے اس کا رشتہ

بلِ علم سے قطع کر دیا ہے اور یہ بالکل اندھا ہو گیا ہے۔ البتہ صاحبِ عقل و فقہ و فہم وہ ہے جو ہمیشہ رنجیدہ و پریشان اور فکرِ آخرت میں سرگرداں رہتا ہے۔ رات کی تاریکیوں میں عمل کرتا ہے اور لرزتا رہتا ہے۔ اہلِ زمانہ کو پہچانتا ہے۔ قریب ترین برادر سے بھی مانوس نہیں ہوتا۔ اللہ نے اس کے ارکان کو مضبوط کر دیا ہے اور قیامت کے دن اس کے نام امان لکھ دی ہے۔

(اصولِ کافی ا صہ ۴۹)

سلیم بن قیس نے امیرالمومنین کے حوالے سے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"دو پیاسے کبھی سیراب نہیں ہو سکتے۔ طالبِ دنیا اور طالب علم۔ لہٰذا جو شخص بھی دنیا میں حلال پر اکتفا کرے گا۔ وہ سلامت رہے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا جب تک توبہ و رجوع نہ کرے اور جو شخص بھی علم کو اس کے اہل سے حاصل کر کے اس پر عمل کرے گا۔ وہ نجات یافتہ ہوگا ورنہ فقط تحصیلِ دنیا کا ارادہ ہے تو وہی ہاتھ آئے گی اور آدمی محروم ہی رہے گا"۔

(اصول کافی ا صہ ۴۹)

ابوخدیجہ نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ:

"جو شخص حدیث کا طلب گار منفعتِ دنیا کے لیے رہتا ہے۔ وہ آخرت سے محروم رہتا ہے اور جو خیرِ آخرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں سے بہرہ ور ہوتا ہے"۔

(اصول کافی ا صہ ۴۶)

حفص بن غیاث نے امام صادق کا قول نقل کیا ہے کہ
"عالم کو دنیا کی طرف متوجہ دیکھو تو اپنے دین کے بارے میں اس سے ہوشیار رہو۔ اس لیے کہ ہر دوست اپنے محبوب کی فکر میں رہتا ہے۔"
دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ:
"اللہ نے جناب داؤد کی طرف وحی کی کہ خبردار، میرے اور اپنے درمیان کسی فریفتۂ دنیا عالم کو واسطہ نہ قرار دینا کہ وہ تمہیں راہِ محبت سے ہٹا دے گا۔ ایسے لوگ رہزن ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ میرا کم ترین سلوک یہ ہو گا کہ میں ان کے دل سے اپنی مناجات کی لذت سلب کرلوں گا۔"
(اصول کافی ا صـ۴۶)
سکونی نے امام صادق ؑ سے نقل کیا ہے کہ مرسلِ اعظم ؐ نے فرمایا:
"فقہاء مرسلین کے امین ہیں۔ جب تک دنیا میں داخل نہ ہو جائیں۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ؐ یہ دنیا میں داخلہ کیسا ہو گا؟ فرمایا بادشاہوں کا اتباع کرنا اور جب ایسا کریں تو ان سے اپنے دین کے بارے میں ہوشیار رہنا۔"
(اصول کافی ا صـ۴۶)
ربعی بن عبداللہ نے اپنے واسطے سے امام محمد باقر ؑ سے نقل کیا ہے کہ:
"جو شخص بھی علمِ دین، علماء سے مقابلہ، سفہاء سے مجادلہ اور عوام کی توجہ جذب کرنے کی غرض سے حاصل کرتا ہے وہ روزِ قیامت جہنم میں ہو گا اور ریاست تو صرف اہلِ ریاست کا حق ہے۔"
(اصولِ کافی ا صـ۴۷)

فرزند! خبردار علم کے بعد گناہ نہ کرنا کہ عالم پر حجت پروردگار زیادہ شدید و اکید ہے توبہ صرف جاہلوں کی قبول ہوتی ہے جو غلطی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں عالم کے لیے نہیں۔ (سورہ نساء)

امام صادق ؑ نے ابن غیاث سے فرمایا کہ اللہ جاہل کے ستر گناہ بخش دیتا ہے۔ قبل اس کے کہ عالم کا ایک گناہ بخش دے*۔ (اصول کافی ا ص۴۷)

فرزند! جب بھی علم حاصل کرنا تو صالح، نیک کردار اور پرہیزگار استاد تلاش کرنا اس لیے کہ غیر متقی سے ہر وقت دین کو خطرہ رہتا ہے۔ اس لیے امام جعفر صادق ؑ نے پروردگار کے ارشاد "انسان کو اپنے طعام پر غور کرنا چاہیے" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد علم ہے جہاں انسان کو ہر وقت نگاہ رکھنی چاہیے کہ کس سے حاصل کر رہا ہے۔ (اصولِ کافی ا ص۵۰)

فرزند! شہید ثانی علیہ الرحمہ کی کتاب "منیتہ المرید" کا مطالعہ کرو۔ اس میں استاد و شاگرد کے آداب کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے اور آداب کے بغیر کوئی عمل قابلِ تعریف نہیں ہوتا۔ علماء کا احترام کرو۔ ان کی تعظیم کرو خصوصیت سے جو تمہارے استاد ہوں ان کا زیادہ احترام کرو کہ استاد باپ کے برابر ہوتا ہے۔ (اثنا عشریہ ص۸۱)

ثابت بن دینار ثمالی نے امام سجاد سے نقل کیا ہے کہ جو علم میں تمہاری رہبری کرے اس کا حق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اس کی نشست کی توقیر کی جائے۔ توجہ سے اس کی بات سنی جائے اور اس کی طرف سراپا توجہ رہا جائے۔ اس کی آواز پر آواز بلند نہ کی جائے اس سے سوال کیا جائے تو اس سے پہلے جواب دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کی مجلس

* اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر انسان بخشش کے خیال سے جاہل ہی رہ جائے۔ اس لیے کہ قصداً علم دین حاصل نہ کرنا خود ایک گناہ اور معصیت ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حالات کی بناء پر علم حاصل نہیں کر سکے اور ان کی رسائی اہلِ علم تک نہیں ہو سکی ہو (آدمی)

میں کسی کی بات نہ کی جائے، کسی کی غیبت نہ کی جائے، اس کی برائی کی جائے تو اس کی طرف سے دفاع کیا جائے۔ اس کے عیوب پہ پردہ ڈالا جائے اور اس کے مناقب کا اعلان کیا جائے۔ اس کے دشمن کا ہم نشین نہ بنے۔ اس کے دوست سے دشمنی نہ کرے۔ ان سب کی پابندی کرے گا تو ملائکہ بھی گواہی دیں گے کہ خدا کے لیے علم حاصل کیا ہے، لوگوں کے لیے نہیں۔

شاگرد کا حق یہ ہے کہ یہ خیال رکھا جائے کہ اللہ نے تمہیں اس کا نگران قرار دیا ہے۔ اور اس کے لیے تمہارے خزانے کھول دیئے ہیں۔ اب اگر تم نے تعلیم میں اچھا برتاؤ کیا جھڑکا نہیں، ڈانٹا نہیں تو خدا مزید عنایت کرے گا ورنہ اگر تعلیم دینے سے منع کر دیا یا ان کی طلب کو ٹھکرا دیا تو خدا پر فرض ہو جائے گا کہ تم سے علم کی رونق سلب کر لے اور لوگوں کے دلوں سے تمہارے مرتبہ کو ساقط کر دے۔ (بحار ۵ ص۶۲)

سلیمان بن جعفر جعفری نے امام صادقؑ کے حوالہ سے امیرالمومنینؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

" عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ سوال نہ کرو۔ اس کا کپڑا نہ کھینچو، اور محفل میں اس کے پاس وارد ہو تو اجتماعی کے علاوہ اسے خصوصی سلام کرو۔ اس کے سامنے بیٹھو، پیچھے نہ بیٹھو۔ آنکھوں اور ہاتھوں سے اِدھر اُدھر اشارہ نہ کرو، زیادہ باتیں نہ کرو، اس کے مقابلے میں دوسرے اقوال کا تذکرہ نہ کرو۔ زیادہ دیر بیٹھ کر اسے پریشان نہ کرو، اس کی مثال ایک درخت خرما کی ہے جس کے پاس بیٹھنے والا خاموشی سے پھلوں کا انتظار کرتا رہتا ہے اور جو مل جاتا ہے، لے لیتا ہے۔"
(اصول کافی ا ص۳۷)

فرزند خدا انہیں علماء دین میں قرار دے ۔ جو بھی علم حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو ۔ علم کی محبوبیت عمل کی وجہ سے ہے ورنہ عالم بلاعمل مثل شجر بلاثمر کے ہے۔

خبردار ، عمل ترک نہ کرنا کہ ایسا علم وبال بن کر رہ جائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ تمام بندوں پر عمل کی ذمہ داری ہے لیکن عالم پر یہ ذمہ داری زیادہ شدید ہے اور اسی لیئے ازواجِ پیغمبرؐ میں اطاعت گزار بیویوں کا اجر زیادہ ہے اور گنہگاروں کا عذاب بھی زیادہ ہے کہ حالات کے اعتبار سے ثواب و عقاب میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

سلیم بن قیس کی روایت میں امیر المومنینؑ سے رسول اکرمؐ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء دو طرح کے ہیں بعض اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اور نجات یافتہ ہیں۔ اور بعض بے عمل ہیں اور یہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ اہلِ جہنم بے عمل عالم کی بدبو سے پریشان ہوں گے ۔ بدبخت ترین انسان روزِ قیامت وہ عالم ہے جس کی دعوت و تبلیغ پر لوگ عمل کر کے جنت میں چلے جائیں گے اور وہ خود بے عملی کی بناء پر داخلِ جہنم ہو جائے گا۔ خبردار خواہشوں کے اتباع اور امیدوں کے طول سے ہوشیار رہنا کہ خواہشات کا اتباع حق سے روک دیتا ہے اور طول امل آخرت کو فراموش کر دیتا ہے۔ (اصولِ کافی)

اسماعیل بن جابر کی روایت میں امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ

" علم ، عمل کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔ جو علم حاصل کرے اسے عمل بھی کرنا چاہیے اور جو عمل کرے اسے صاحبِ علم ہونا چاہیے ۔ علم ، عمل کے نام پر آواز دیتا ہے اور عمل نہیں ہوتا تو چل دیتا ہے ۔"

(اصولِ کافی ا صـ۴۴)

عبداللہ بن القسم الجعفری امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ :

"جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ، اس کا موعظہ اسی طرح دلوں سے پھسل جاتا ہے جس طرح صاف چٹان سے پانی بہہ کر نکل جاتا ہے۔"

بن علی ہاشم بن برید کہتے ہیں کہ ایک شخص امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے چند مسائل دریافت کیے۔ حضرت نے جواب دیا۔ پھر مزید سوال کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جس چیز کا علم نہیں ہے۔ اس کا علم حاصل کرنے سے پہلے جس کا علم ہے اس پر عمل کرو۔ علم بے عمل ہو جائے تو موجبِ کفر ہو جاتا ہے اور صاحبِ علم خدا سے دور تر ہو جاتا ہے۔ (اصول کافی ا صـ۴۴)

امیر المومنینؑ کے بعض خطبوں میں مذکور ہے کہ

"اپنے علم پر عمل کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔ عالم بے عمل اس جاہل کے مانند ہے جو جہالت سے نجات نہیں پاتا اور اسی میں حیران و سرگرداں رہتا ہے بلکہ اس کے خلاف حجت پروردگار زیادہ شدید ہے اور اس کی حسرت و ندامت بھی زیادہ ہے۔ ایسا عالم اور جاہل دونوں ہلاک و برباد ہیں لہٰذا خبردار شک و شبہ پیدا نہ کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے اور حق کے معاملے میں سستی نہ برتو ورنہ گھاٹے میں رہو گے۔ حق یہ ہے کہ علمِ دین حاصل کرو اور علم دین یہ ہے کہ دھوکہ نہ کھاؤ۔ اپنے نفس کو نصیحت کرو کہ رب کی اطاعت کرے۔ نفس کو دھوکہ نہ دو کہ یہ معصیتِ پروردگار ہے۔ اطاعتِ خدا کرنے والا مامون و مسرور رہتا ہے اور معصیت کرنے والا خائب خاسر ہوتا ہے۔"

(اصول کافی ا صـ۴۴)

عبداللہ بن میمون بن قداح نے امام صادقؑ کے ذریعے ان کے بزرگوں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر اسلامؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ علم کیا چیز ہے؟ فرمایا خاموشی، پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا توجہ سے سماعت، عرض کی اس کے بعد؟

فرمایا حفظ۔ عرض کی اس کے بعد؟ فرمایا عمل۔ سوال کیا، اس کے بعد؟ فرمایا نشر و اشاعت (اصول کافی ا صہ۴۸)

حرث بن مغیرہ نے " انما یخشی اللہ " کی تفسیر میں امام صادق ؑ سے نقل کیا ہے کہ "عالم وہی ہے جس کا عمل اس کے قول کی تصدیق کرے ورنہ قول و فعل میں فرق ہو جائے تو انسان عالم نہیں ہے"

فرزند! دیکھا تم نے کہ حضرت نے عالم بے عمل کو علم ہی سے برخاست کر دیا ہے۔ اور اسے عالم ہی تسلیم نہیں کیا ہے لہذا خبردار عمل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے ورنہ علم کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فرزند، علماء اسلام کے مذکورہ صفات سے انصاف پیدا کرو کہ امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ

" علم حاصل کرو اپنے آپ کو علم سے آراستہ کرو جسے علم دو اس سے بھی تواضع برتو اور جس سے علم لو اس کے سامنے بھی متواضع رہو۔ خبردار، عالم جابر نہ بن جانا کہ اس طرح باطل حق کو ضائع اور برباد کرتا ہے "

(اصول کافی ا صہ۳۶)

صحیحہ حلبی میں امام صادقؑ نے امیرالمومنینؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:
"میں تمہیں واقعی فقیہہ سے باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ واقعی فقیہہ اور عالم دین وہ ہے جو لوگوں کو رحمتِ خدا سے مایوس نہ کرے اور انہیں عذابِ خدا کی طرف سے مطمئن نہ بنا دے۔ معصیت کی اجازت نہ دے۔ اور قرآن کو چھوڑ کر کوئی دوسری شے اختیار نہ کرے۔ ایسے علم میں خیر

نہیں ہے جس میں فہم نہ ہو اور ایسی قرأت میں کوئی خوبی نہیں جس میں غور و فکر نہ ہو۔ ایسی عبادت بے کار ہے جس میں علمِ دین شامل نہ ہو اور ایسے اعمال بے فیض ہیں جن میں خوفِ خدا کا دخل نہ ہو۔"
(اصولِ کافی ا صہ ۳۶)

معاویہ بن وہب نے امام صادقؑ کے حوالے سے امیرالمومنینؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"اے طالبعلم، علم کی تین نشانیاں ہیں علم، حلم، خاموشی۔ اور خود ساختہ عالم کی بھی تین علامتیں ہیں۔ اپنے سے اونچے سے معصیت کے ذریعہ جھگڑا کرنا۔ اپنے سے کم تر پر غلبہ پیدا کر کے ظلم کرنا اور ظالموں کی مدد کرنا۔"
(اصول کافی ا صہ ۳۷)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ:
"عالم کے دل میں جہالت اور فریب کا گزر نہیں ہو سکتا۔"

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد سُنا ہے کہ:

"اے طالبِ علم یاد رکھ کہ علم کے بہت سے فضائل ہیں۔ اس کا سر تواضع ہے۔ اس کی آنکھیں حسد سے بیزاری ہیں، اس کا کان فہم ہے۔ اس کی زبان صداقت ہے۔ اس کا حافظہ جستجو ہے۔ اس کا قلب حسنِ نیت ہے۔ اس کی عقل معرفت اشیاء و امور ہے۔ اس کے ہاتھ رحمت ہیں۔ اس کے پیر زیارتِ علماء ہیں۔ اس کی ہمت سلامتی ہے۔ اس کی حکمت تقویٰ ہے۔ اس کا مرکز نجات ہے۔ اس کا فائدہ عافیت ہے۔ اس کا مرکب وفا ہے۔ اس کا اسلحہ نرم کلامی ہے۔ اس کی تلوار

رضا ہے۔ اس کی کمان مدارات ہے اس کا لشکر مباحثہ ہے۔ اس کا مال ادب ہے۔ اس کا ذخیرہ گناہوں سے اجتناب ہے۔ اس کا زادِ راہ نیکی ہے۔ اس کی پناہ باہمی تعلقات ہیں۔ اس کی دلیل ہدایت ہے۔ اس کی رفیق نیکوں کی محبت ہے۔"

(اصولِ کافی ا صـ۴۵)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"ایمان کا بہترین وزیر علم ہے اور علم کا بہترین وزیر حلم ہے اور حلم کا بہترین وزیر نرمی ہے اور نرمی کا بہترین وزیر صبر ہے۔"

(اصولِ کافی ا صـ۴۸)

فرزند خبردار کوئی بات بغیر علم کے نہ کہنا کہ امام صادقؑ نے مفضل فرمایا ہے کہ:

"دو خصلتوں سے ہوشیار رہنا، اسی میں انسانوں کی ہلاکت ہے۔ باطل کے ذریعے دینداری اور علم کے بغیر فتویٰ۔"

امام باقرؑ کا ارشاد ہے کہ

"جو شخص علم اور ہدایت کے بغیر فتویٰ دے گا۔ اس پر ملائکۂ رحمت، اور ملائکۂ عذاب دونوں لعنت کریں گے اور اس کے ذمہ تمام عمل کرنے والوں کا عذاب ہوگا۔"

(اصولِ کافی)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"جو ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ کو پہچانے بغیر فتویٰ دے گا وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کر دے گا۔"

(اصولِ کافی ا صـ۴۲)

فرزند! یاد رکھو جو بات معلوم نہیں اس کے بارے میں صاف کہہ دو کہ معلوم نہیں ہے۔ اللہ اعلم نہ کہو۔ امام صادق نے فرمایا ہے کہ

"اللہ اعلم کہنے سے سننے والے کے دل میں شبہ پیدا ہوجاتا ہے کہ شاید جانتے ہیں جبکہ نہیں معلوم ہے سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ دیانتداری سے کام لے رہا ہے۔"

(اصولِ کافی ا صـ۴۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

"عالم کو مسئلہ نہیں معلوم ہے تو اللہ اعلم کہہ سکتا ہے لیکن جاہل کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے۔ (اس لیے کہ اس میں جستجو ہی کی صلاحیت نہیں ہے تو اسے صاف اقرار جہل کرنا چاہیے۔)"

(اصولِ کافی ا صـ۴۲)

ایک مقام پر فرمایا کہ جس حکم کو نہیں جانتے ہو اس کے بارے میں سکوت اور احتیاط سے کام لو اور صاحبانِ عصمت کی طرف پلٹا دو تاکہ وہ سیدھے راستے پر چلائیں اور تاریکیوں کو دور کریں اور حق کو واضح کردیں۔ پروردگار کا حکم ہے:

"جو نہیں جانتے ہو اس کے بارے میں اہلِ ذکر اور علما سے دریافت کرو۔"

(سورۂ نحل ۴۳)

فرزند! خبردار علم کے بغیر عمل نہ کرنا کہ اس طرح انسان غلط راستے پر چلا جاتا ہے اور جتنا آگے بڑھتا جاتا ہے حق سے گمراہ ہوتا جاتا ہے۔

(اصولِ کافی)

مرسلِ اعظمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"بغیر علم کے عمل کرنے والا اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرتا ہے۔"

فرزند! علمائے عاملین سے محبت کرو ان کے ساتھ رہو۔ اللہ ہر محبت کرنے والے کو محبوب کے ساتھ محشور کرتا ہے اور جو جس قوم کے عمل کو پسند کرتا ہے۔ اسے اس کے عمل میں شریک قرار دے دیتا ہے۔ (تفسیر صافی صد ۵۶)

امام صادقؑ نے ابوحمزہ ثمالی سے فرمایا کہ:

"عالم بنو یا متعلم بنو یا علم دوست بنو کہ علماء کی دشمنی میں ہلاکت ہے"

(اصولِ کافی اصد ۳۴)

امام سجاد کی یہ روایت مشہور ہے کہ:

"ثواب کا طلبگار، علماء کا ہم نشین اور پرہیزگار انسان اللہ کا محبوب ترین بندہ ہے۔"

فرزند: علم کو اس کے اہل کے حوالے ضرور کرو کہ تعلیم دینا ہی علم کی زکوٰۃ ہے (اصولِ کافی) پروردگار نے جاہلوں سے طلبِ علم کا عہد اسی وقت لیا ہے جب عالموں سے تعلیم دینے کا عہد لے لیا ہے۔ (اصول کافی اصد ۴۱)

جنابِ عیسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ خبردار جاہلوں سے حکمت کی بات نہ کرنا کہ یہ حکمت پر ظلم ہے اور صاحبانِ صلاحیت سے حکمت کو محفوظ نہ رکھنا کہ ان پر ظلم ہے فرزند! خدا تمہیں زندہ رکھے اور اپنی مرضی کی توفیق کرامت فرمائے۔ خبردار تمام علوم کے حاصل کرنے میں صرف مقدارِ ضرورت ہی پر اکتفا کرنا اور باقی وقت صرف علم فقہ کے حاصل کرنے میں صرف کرنا کہ علم کی محبوبیت کا راز عمل ہے اور عمل کا تعلق فقہ سے ہے اور فقہ سے ہی اوامر و نواہیٔ پروردگار کا علم ہوتا ہے اور احکام الٰہیہ ہی کائنات میں اشرفِ معلومات ہیں انہی سے امورِ معاش و معاد کی تنظیم ہوتی ہے۔ اور انہی سے کمالِ انسانیت حاصل ہوتا ہے۔

صاحب معالم الاصول نے بہت خوب فرمایا ہے کہ

"اللہ نے تمام محکم افعال کسی غرض و غایت کے تحت انجام دیئے ہیں، اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کی خلقت کی غرض و غایت بھی تمام اغراض سے اشرف ہو گی اور ظاہر ہے کہ یہ غرض بندوں کو نقصان پہنچانا نہیں ہو سکتا کہ یہ کام جاہل اور محتاج کا ہوتا ہے اور خداوند عالم، عالم اور مستغنی ہے لہذا غرض خلقت بندوں کو فائدہ پہنچانا ہے اور اور دنیاوی فوائد حقیقتاً فوائد نہیں ہیں۔ یہ نقصانات کو رفع کرنے کا نام ہیں۔ فائدہ تو اسے شاذ و نادر ہی کہا جاتا ہے اور ایسی چیز غرض خلقت نہیں بن سکتی لہذا غرض فائدہ آخرت ہے اور یہ وہ بہترین فائدہ ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے استحقاق ضروری ہے اور استحقاق عمل سے پیدا ہوتا ہے اور عمل علم سے پیدا ہوتا ہے لہذا اس عظیم فائدہ آخرت کی تحصیل کے لیے علم لازم ہے اور جو علم اس عظیم فائدہ تک پہنچا دے اس سے عظیم کوئی علم نہیں ہے اور اسی لیے امام جعفر صادقؑ نے ابان بن تغلب سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے اصحاب کو کوڑوں سے ماروں تاکہ یہ علم دین حاصل کریں۔"

(معالم الاصول ۲۰، ۲۱)

علی بن حمزہ کی روایت میں امام جعفرؑ کا ارشاد ہے کہ "علم دین حاصل کرو علم دین حاصل نہ کرنے والا گنوار اور دیہاتی ہے۔ پروردگار نے علمِ دین کی تحصیل کو واجب قرار دیا ہے اور پھر قوم میں انذار و تبلیغ کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔" (اصول کافی ا؍۳۱)

مفضل بن عمر کی روایت میں امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی علم دین حاصل نہ کرے گا وہ روز قیامت نگاہِ مرحمت پروردگار کا حقدار نہ ہو گا۔ اور اس کے

اعمال طیب وطاہر نہ ہوں گے۔ (اصول کافی ا صـ۳۳)

ابراہیم بن عبدالحمید امام موسیٰ کاظمؑ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ مرسل اعظمؐ ایک مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک جماعت ایک شخص کو گھیرے بیٹھی ہے۔ فرمایا یہ کیا ہے؟۔ لوگوں نے کہا یہ علامہ ہے۔ فرمایا علامہ کیا ہوتا ہے؟۔ لوگوں نے کہا کہ انسابِ عرب وقائع عرب اشعارِ عرب اور ایام جاہلیت کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا: ہوشیار! یہ وہ علم ہے جس کا جاننا مفید نہیں ہے اور نہ جاننا مضر نہیں ہے۔ علم کی تین ہی قسمیں ہیں۔ محکم آیت، عادل فریضہ، مستقیم سیرت اس کے علاوہ سب فضیلت ہے۔*

امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ:

"انسان کا سب سے بڑا کمال علم دین حاصل کرنا، مصائب پر صبر کرنا، اور معیشت کو معین رکھنا ہے۔"

(اصول کافی ا صـ۳۲)

حماد نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ:

"پروردگار جب کسی بندے کو خیر دینا چاہتا ہے تو علمِ دین دیتا ہے۔"

(اصول کافی ا صـ۳۲)

آنحضرتؐ ہی کا ارشاد ہے کہ:

"علماء امانتدار ہیں، متقی قلعے ہیں اور اوصیاء سردار ہیں۔"

فرزند! یاد رکھو کہ علم کا مذاکرہ عبادت ہے۔ اس سے غافل نہ رہنا۔ مرسلِ اعظمؐ نے فرمایا ہے کہ مذاکرۂ علمی کرو۔ آپس میں ملاقات اور گفتگو کرو کہ حدیث سے دل

---

* (یعنی علامہ وہ ہے جو ان علوم کا ماہر ہو جسے شریعت نے علم کہا ہے۔ اس کے علاوہ اچھا شاعر، اچھا ادیب، اچھا مفکر یا پروفیسر علامہ نہیں ہو سکتا۔ جوادی)

پر جلا ہوتی ہے۔ قلوب بھی تلوار کی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور ان کی صیقل حدیث ہے۔ (اصول کافی ا صہ ۳۲)

امام محمد باقر ؑ نے فرمایا ہے کہ:

"اللہ اس بندے پر رحمت نازل کرتا ہے جو علم کو زندہ کرے یعنی اہلِ دین اور اہلِ تقویٰ سے مذاکرہ کرے۔" اصو'

(اصول کافی ا صہ ۴۱)

فرزند: خدا تمہیں علم اور عملِ صالح کی توفیق کرامت فرمائیے۔ اگر حالاتِ زمانہ کی بنا پر کسبِ معاش ضروری ہو جائے اور کسبِ معاش نہ کرنا موجبِ ذلت اور باعثِ ارتکابِ محرمات ہو جائے تو خبردار کسبِ معاش کے پیچھے تحصیلِ علم کو یکسر نظرانداز نہ کر دینا بلکہ تھوڑی دیر تحصیلِ علم کرنا اور تھوڑی دیر کسبِ معاش۔ روایات و تجربات کا خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ دوڑ دھوپ کرنے سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا اور کم وقت صرف کرنے سے اس میں کمی نہیں ہوتی۔ (مستدرک وسائل ــــ ۲ صہ ۴۱۸)

خبردار! تحصیلِ علم چھوڑ کر تمام عمر معیشت جمع کرنے میں صرف نہ کر دینا۔ کہ یہ حیوان کا انداز ہے بلکہ ان سے زیادہ گمراہی ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے واقف رہے اور اس کی تلاوت و دعا فقط ایک جنبش زبان بن جائے جس کا کوئی مفہوم نہ ہو۔

یہ خیال رہے کہ زبان کو کذب اور بہتان سے پاک رکھنا ائمہ معصومین کی طرف بغیر تحقیق کسی بات کو منسوب نہ کرنا۔ مصائب میں فقط معتبر روایات پر اکتفا کرنا۔ یہ خیال کبھی نہ آئے کہ کثرتِ بکا کثرت ذکر مصائب پر موقوف ہے۔ گریہ دل پر اثر سے پیدا ہوتا ہے روایات کی تشکیل سے نہیں اور اثر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ پہلے اہلِ بیت طاہرین ؑ کی کرامات و فضیلت بیان کی جائے تاکہ ان کی عظمت اور شخصیت کا احساس پیدا ہو جائے

اس کے بعد مصیبت کا ذکر کیا جائے کہ اس طرح ذکر بے ساختہ دل پر اثر کرتا ہے ۔

فرزند ! خبردار ، علم کے بلند ترین درجہ پر پہنچنے کے بعد بھی ریاست کی فکر نہ کرنا کہ یہ باعثِ ہلاکت اور سبب فنائے دین ہے ۔ میں تمہیں تجربہ کی بات بتاتا ہوں کہ ریاست پانے کے بعد تم حق کی تلخی برقرار رکھوگے تو راحت ختم ہو جائے گی اور لوگ برا بھلا کہیں گے اور اگر لوگوں کی خواہش کے ساتھ چلوگے تو آخرت کا خسارہ ہوگا ۔

فرزند : ریاست سے اسی طرح بھاگو جس طرح شیر سے فرار حاصل کیا جاتا ہے اس لیے کہ جو عبادت سے غافل کر دے اس میں کوئی خیر نہیں ہے ۔ میں نے اپنی زندگی میں کوئی رئیس ایسا نہیں دیکھا جو دیانتداری سے کام کرلے اور لوگوں کے طعن وطنز کا نشانہ نہ بنے ۔ لوگ اس کے مال و آبرو کو مباح سمجھ لیتے ہیں اور ان کی نظروں میں اسے گالیاں دینا بھی جائز ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ کافر حربی جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے ۔

خبردار ! ریاست کے اسباب فراہم نہ کرنا اس کے جال نہ بچھانا ۔ اس کے مقدمات نہ فراہم کرنا کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں ڈال دو اور دین و دنیا کی راحت سے محروم ہو جاؤ ۔ ہاں از خود آجائے تو قبول کرلو لیکن ہر آن اپنے نفس کی نگرانی کرتے رہنا کہ نفس کا خطرہ عظیم ہے اور لغزش کے امکانات کثیر ہیں ، منفعت کم ہے اور مضرت زیادہ ، محفوظ رہنے والے قلیل ہوتے ہیں ۔ اور پھسل جانے والے زیادہ ، صاحبِ ریاست عالم کے لیے چند طرح کے خطرات پائے جاتے ہیں ۔ جن کی نشاندہی ضروری ہے ۔

پہلا خطرہ :

قضاوت : قضاوت ایک سمِ قاتل اور زہر ہلاہل ہے اس سے ہوشیار رہنا ۔ اس میں اکثر پیر پھسل جاتے ہیں اور انسان تباہ ہو جاتا ہے ۔ خصوصیت کے ساتھ اس زمانے میں جبکہ دیانت دار کم اور شیطان کے بندے زیادہ ہو گئے ہیں ۔ مرد عاقل

ایسے عمل پر کیسے اقدام کرے گا جس کے تین چوتھائی عمل کرنے والے جہنمی ہیں اور صرف ایک چوتھائی جنّتی*

صاحبِ عقل ایسے معاملہ پر کیسے تیار ہوگا جس میں خسارہ کا امکان زیادہ ہے۔ اور فائدہ کا امکان کم۔ دیندار ایسی جگہ بیٹھنے کی ہمت کیسے کرے گا جہاں نبی ووصی بیٹھتے ہیں یا مردِ شقی۔ (وسائل ـــ ص۳۶۹)

کسے اپنے نفس کی طرف سے اطمینانِ کامل ہے اور کون اپنے بارے میں نبوّت ووصایت کا احتمال دیتا ہے کہ شقاوت سے محفوظ ہوجائے۔

خبردار! شیطان کے بہکاوے میں نہ آنا اور قضاوت کو واجبِ عینی سمجھ کر اس کے چکّر میں نہ پڑ جانا کہ لاعلمی میں ہلاک ہوجاؤ، ہاں کسی ایسے علاقہ میں پہنچ جاؤ جہاں کوئی دوسرا نہ ہو اور خالی الذہن ہوکر سوچنے پر بھی قضاوت واجب عینی نظر آئے تو حتی الامکان فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کرو اور حق کے واضح ہوجانے کے بعد بھی احتیاط سے کام لینا۔

دوسرا خطرہ:

خیانت: فقراومساکین، اولادرسولؐ، رعایا کے حقوق میں خیانت

---

*(اس لیے کہ جو دیدہ ودانستہ غلط فیصلہ کرے گا وہ بھی جہنمی ہے اور جو لاعلمی میں غلط فیصلہ کرے گا وہ بھی جہنمی ہے اور جو لاعلمی میں صحیح فیصلہ کرے گا وہ بھی جہنمی ہے کہ ایسا اقدام کیوں کیا جس میں غلطی کا واضح امکان تھا۔ صرف وہ شخص جنّتی ہے جو حق کا فیصلہ کرے اور وہ بھی علم واطلاع کے ساتھ۔ اس طرح تین چوتھائی افراد جہنمی ہوئے، ایک چوتھائی جنّتی۔ جوادی)

کبھی بغیر دلیلِ شرعی کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کو دوسروں پر مقدم کرنے میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی مال کے صرف کرنے میں خواہش کے اتباع اور حقدار تک پہنچانے میں خلوص کی کمی سے نمایاں ہوتی ہے

خبردار! حقوقِ شرعیہ میں مرجع بن جاؤ تو میرے والد مرحوم طاب ثراہ کی ان نصیحتوں کو نگاہ میں رکھنا۔

۱۔ حتی الامکان حقوقِ شرعیہ کو اپنی ذات پر صرف نہ کرنا اور ہدیہ و تحفہ پر گزارا کرنا اس لیے کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر ابتدا میں بقدرِ ضرورت حق لینے کی عادت پڑ گئی تو آگے چل کر ضرورت کا دائرہ وسیع ہو جائے گا اور زینت و جمال پر بھی مال صرف ہوگا اور آخر میں ملکیت و جائداد کی فراہمی بھی ضرورت کے دائرہ میں شامل ہو جائے گی جو ہلاکت کا بہترین ذریعہ ہے اور جس کے بعد انسان عذابِ دائمی کا حقدار ہو جاتا ہے۔ حقوق کی حیثیت شبہات کی ہے کہ جو اس کے گرد چکر لگائے گا۔ ایک دن ضرور مبتلا ہو جائے گا۔

ہاں اگر مرجعِ تقلید و حقوق نہیں ہو تو بقدرِ ضرورت اپنا حق لے سکتے ہو اور خبردار یہ خیال نہ کرنا کہ حقوقِ شرعیہ کو استعمال نہ کروگے تو بھوکے مر جاؤ گے۔ اس لیے کہ رزق کا مسئلہ مضمون ہے، اس کا ذمہ دار معتبر ہے۔ وہ حقوق سے اجتناب کرتے دیکھے گا تو ہدیہ و تحفہ سے پیٹ بھر دے گا جیسا کہ مسلسل دیکھنے میں آیا ہے اور حقوقِ شرعیہ استعمال نہ کرنے کے عجیب و غریب اثرات دیکھے گئے ہیں۔ اس سے قلب میں نور، عمر میں برکت، اطاعت کی توفیق اور لغزشوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ رب کریم تمہیں بھی ایسے مشاہدے کرا دے کہ اعتماد اور بھی پختہ ہو جائے کہ بیان مثل عیاں نہیں ہوتا۔

۲۔ ہمیشہ حقوق کی تقسیم میں قربتِ خدا کا خیال رہے اور اپنے ذاتی اغراض کو محور نہ بنانا کہ اپنے خدام اور مریدوں میں تقسیم کر دو اور جو دور رہے اسے محروم کر دو یا قریب والے کا حصّہ زیادہ رکھو اور دور والے کا حصہ کم۔ صرف اس لیے کہ وہ اظہارِ خلوص و محبت کرتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں کرتا، خبردار ہمیشہ وجوہ شرعیہ پر نگاہ رکھنا اور شرعی اسباب کی بنار پر ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اس لیے کہ ایصالِ حقوق عبادت ہے اور عبادت میں قصد قربت ضروری ہے۔ اگر نیّت صادق نہ ہوگی تو صاحب حق اور فقیر دونوں کی طرف سے ذمہ داری باقی رہ جائے گی اور روزِ قیامت شفاعت کرنے والے فریق بن جائیں گے۔ دنیا میں بھی خسارہ ہوگا کہ مال ہاتھ سے نکل گیا اور آخرت میں بھی خسارہ ہوگا کہ نیت صاف نہ ہونے کی بناء پر ثواب بھی نہیں ملا اور آخر کار نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے، ہو جاؤ گے۔

تیسرا خطرہ:

فتویٰ میں جلد بازی: خبردار، فتویٰ میں جلد بازی سے احتیاط کرنا کہ یہ بدترین مرض ہے اور تمام ابواب فقہ پر نظر کئے بغیر فتویٰ نہ دینا۔ ممکن ہے کہ ایک باب کے مسئلے کی دلیل دوسرے باب میں پائی جاتی ہو اور تم صرف ایک متعلقہ باب کا مطالعہ کر کے فتویٰ دے دو اور اس طرح مستحقِ عذابِ الیم ہو جاؤ۔

میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ بعض علماء نے صرف ایک بار کی روایات کو دیکھ کر یا اطلاقات پر اعتماد کر کے فتویٰ دے دیا اور بعد میں ان کا فتویٰ اجماع اصحاب کے خلاف ثابت ہوا اس لیے کہ انہوں نے دوسرے ابواب کے مطالعہ کی زحمت ہی گوارا نہ کی۔ اگر تم خچر کو کرایہ پر دینے کے بارے میں ابو ولاد کی روایت کا مطالعہ کرو گے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ فتویٰ کا مسئلہ کس قدر سنگین ہے اور جب درہم کے بارے میں غلط فتویٰ

آسمان کے پانی اور زمین کی برکتوں کے رک جانے کا سبب بن جاتا ہے تو کثیر اموال، آبرو اور نفس محترم کے بارے میں غلط فتویٰ کا انجام کیا ہوگا؟۔

علامہ حلّیؒ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے فرزند کو خبر دی کہ اگر کتاب الفین اور زیارت امام حسینؑ نہ ہوتی تو فتووں نے مجھے برباد ہی کر دیا تھا حالانکہ وہ واقعی شیخ تھے اور ان کی نگاہ تمام مدارک، روایات، اسناد اور رجال پر تھی تو دوسروں کا کیا انجام ہوگا؟۔

خبردار، مکمل اطلاع سے پہلے فتویٰ نہ دینا اور مکمل اطلاع کے بعد بھی حتی الامکان پرہیز کرنا۔ ہاں عوام کے گمراہ ہو جانے اور جاہلوں کے منظرِ عام پر آجانے کا خطرہ ہو تو ضرور اقدام کرنا لیکن پوری احتیاط کو پھر بھی نگاہ میں رکھنا۔

چوتھا خطرہ:

حُبِ جاہ: مرجعیت کے ساتھ عام طور سے جاہ و جلال کی محبت بھی آجاتی ہے اور یہی چیز اجر کو فنا کر دینے والی اور انسان کو ہلاکت میں ڈال دینے والی ہے۔ خبردار اس خطرہ سے ہوشیار رہنا اور اپنے نفس کی نگرانی کرتے رہنا۔ نفس ہمیشہ برائیوں کا حکم دیتا ہے جب تک رحمتِ پروردگار شاملِ حال نہ ہو جائے۔ خدا تمہیں اور مجھے اصلاحِ نفس اور خواہشات سے دور رہنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ وہی اپنے بندوں پر لطف کرنے والا اور اپنے مقصد کو نافذ کرنے والا ہے۔

پانچواں خطرہ:

جعلسازی: خبردار، تمہارا باطن ظاہر کے خلاف نہ ہونے پائے کہ باہر سے زہد و قناعت کا اظہار کرو اور اندر یہ جذبہ نہ ہو کہ دورِ حاضر میں یہ بات عام ہو گئی ہے۔

خبردار، ہوشیار رہنا کہ یہ شرکِ خفی ہے اور غور کرو تو شرکِ جلی بھی ہے کہ گویا بندہ خدا کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرنا چاہتا ہے اور ان کے خیال میں ڈوبا ہوا ہے جبکہ باطن بھی چھپنے والا نہیں ہے۔ ایک دن اس کا بھی اظہار ہوگا تو انسان لگا ہوا سے گر جائے گا اور عوام میں رسوا ہو جائے گا۔ (اصولِ کافی ۲ ص ۲۹۳)

فصل پنجم

امورِ معاش سے متعلق وصیتیں:

فرزند: جب تک عتبات عالیات میں زندگی کا سہارا رہے، دوسرے مقام پہ قیام نہ کرو اور جب مجبور ہو جاؤ تو وہ علاقہ تلاش کرو جہاں اہلِ اصلاح و تقویٰ اور صاحبانِ علم و فہم رہتے ہوں۔ عتباتِ عالیات میں بھی حرمِ محترم سے قریب تر مکان میں رہنا کہ ہر حال میں زیارت سے مشرف ہو سکو اور دوسرے شہروں میں وسطِ شہر میں قیام کرنا کہ وسط بلاؤں سے زیادہ محفوظ رہتا ہے۔

اور یاد رکھو کہ جب تک ملکیت یا وقف کا مکان مل سکے کرایہ کے مکان میں نہ رہنا کہ وقف و ملکیت کا معمولی مکان بھی کرایہ کی کوٹھی سے بہتر ہوتا ہے۔ کرایہ کے مکان میں ہر وقت ذلت کا اندیشہ رہتا ہے۔

مکان خریدنا چاہو یا کرایہ پر لینا چاہو تو پہلے ہمسایہ کی تحقیق کرو کہ میں نے جب بھی اس نکتہ سے غفلت برتی ہے تلخ تجربات کا سامنا کیا ہے۔

مکان کی تعمیر کرنا چاہو تو سارا مکان ایک سال میں نہ بناؤ بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے تعمیر کرواور بلاوجہ سارا مکان منہدم نہ کردو بلکہ جس قدر قابلِ تعمیر ہو اسی کی مرمت کرو تاکہ اسراف اور فضول خرچی نہ ہونے پائے۔

مالِ دنیا کتنا ہی زیادہ ہو، مکان زیادہ منظم اور آراستہ تعمیر نہ کرو کہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس میں صرف مقدارِ ضرورت پر اکتفا کرنا چاہیے اور باقی مال کو تعمیرِ آخرت پر صرف کرنا چاہیے کہ دوسروں کے مکان کی مرمت کرادے، ناکتخداؤں کی شادی کرادے اور محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔

ممکن ہو تو وسیع مکان میں قیام کرو کہ مکان کی وسعت اسبابِ سعادت و نیک بختی میں ہے، چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں (مستدرک ۲ ص۵۳۴)

فرزند! لباس میں بھی متوسط درجے کے لباس پر اکتفا کرو جسے مالدار اور فقیر دونوں اختیار کر سکیں کہ اگر تم فقیر ہو تو اپنی حد کے اندر رہو گے اور کسی اسراف میں مبتلا نہ ہو گے اور صاحبِ دولت ہو تو تمہارا یہ عمل زہد و تقویٰ میں شمار ہو گا اور اس سے فقراء کی تسکین خاطر بھی ہو گی۔ یاد رکھو کہ دنیا دار الانقلاب ہے۔ یہ کسی وقت بھی پلٹا کھا سکتی ہے۔ ایسا طریقہ نہ اختیار کرو کہ انقلاب کے بعد پریشانی پیدا ہو جائے۔

خبردار، ایسا لباس اختیار نہ کرنا جو غربت یا دولت کی شہرت کا ذریعہ ہے کہ یہ دونوں باتیں روایات میں مذموم قرار دی گئی ہیں۔ لباس میں نظافت اور طہارت کا خاص خیال رکھنا کہ یہ بات شرعاً مطلوب ہے۔

فرزند! ہم نشینی کے لیے اچھے انسانوں کا انتخاب کرنا کہ انسان اپنے ہم نشین سے پہچانا جاتا ہے اور خبردار فاسد العقیدہ، بدعمل، پست کردار انسانوں کے ساتھ نہ بیٹھنا کہ انسان پر صحبت کا بہر حال اثر پڑتا ہے امیر المومنینؑ نے اپنے "دیوان مشہور" میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور لقمان حکیم نے بھی اپنے فرزند کو وصیت کی ہے مجالس کا دیکھ بھال کر انتخاب کرنا جہاں دیکھو کہ ذکر خدا ہو رہا ہے وہاں بیٹھ جاؤ کہ تم عالم ہو گے تو تم سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے اور جاہل ہو گے تو تمہیں علمِ دین دیں گے۔ شاید خدا ان پر رحمت نازل کرے تو تم بھی شریک رحمت ہو جاؤ۔ (وسائل)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "مزبلہ کے قریب کھڑے ہو کر عالم سے گفتگو کرنا فرشِ مخمل پر بیٹھ کر جاہل سے بات کرنے سے بہتر ہے۔" (اصول کافی ا ص۳۹)

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے "اہلِ دین کی ہم نشینی شرفِ دنیا و آخرت ہے۔" (اصول کافی)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "معتبر افراد کے پاس بیٹھنا ایک سال کے عمل سے

زیادہ بہتر ہے " (اصول کافی ص۳۹)
امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے کہ "خبردار پست انسانوں کے ساتھ نہ رہنا کہ ان سے کسی خیر کی امید نہیں ہے۔"
شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روایات میں پست انسانوں کی تفسیر حسب ذیل معانی سے کی گئی ہے۔

۱۔ پست وہ ہے جسے نہ یہ خیال ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ یہ ہوش ہو کہ میرے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے۔
۲۔ پست آدمی باجا بجانے والے کو کہتے ہیں۔
۳۔ پست آدمی وہ ہے جو اہلیت نہ رکھنے کے باوجود قیادت کا دعویٰ کرے۔
۴۔ پست آدمی وہ ہے جسے نہ نیک برتاؤ سے خوشی ہو نہ بدسلوکی سے افسوس ہو۔

البتہ اگر ایسے لوگوں کی صحبت سے اصلاح کی امید ہو اور یہ خیال ہو کہ ان کی اصلاح ہو جائے گی اور ان کے کردار کا اپنے اوپر کوئی اثر نہ ہوگا تو بقدر ضرورت ان کے ساتھ رہنا چاہیے اس لیے کہ مردانگی فقط اپنے نفس کی اصلاح کر کے اسے جہنم سے بچا لینے کا نام نہیں ہے بلکہ دوسروں کی تادیب کرنا اور ان کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے اور اسی لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب کیا گیا ہے اور اس پر سارا زور اسی لیے دیا گیا ہے کہ دوسروں کو اطاعت کی طرف لایا جائے اور جہنم سے بچایا جائے۔

فرزند! عقد کرنا ہو تو صحیح النسب عورت کا انتخاب کرنا کہ اس سے اولاد کو پیدا ہونا ہے اور وہ تمہاری نسل کے لیے ایک ظرف ہے اور ظرف اور دودھ کا بچہ پر اثر ہوتا ہے۔ اس میں نیک اوصاف کا بھی لحاظ رکھو اور ایمان و تقویٰ کے ساتھ

شکل وصورت کا بھی لحاظ کرو کہ پھر دوسری عورت کی طرف میلان نہ پیدا ہو اور خاطر خواہ انس فراہم ہوتا ہے۔

حُسن وجمال کی خاطر عقد سے ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ دین وکردار کے بجائے انہیں بنیاد نہ بناؤ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کا لحاظ ہی نہ کرو۔ یہی حال مال ودولت کا ہے کہ اسے دین وکردار کا بدل نہ قرار دو ورنہ صاحبِ مال عورت ادائے حقوق کی پابند ہے تو اس سے عقد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ اس کا مال تمہاری اولاد کے کام آئے گا۔ وہ سکون کے ساتھ علم دین حاصل کر سکیں گے اور بے فکری سے کام کر سکیں گے بشرطیکہ دین ونجابت کا معاملہ استوار رہے اور خبردار، "نودولت" خاتون سے عقد نہ کرنا کہ اس میں دولت کا غرور ہوگا اور وہ تمہیں حقیر سمجھے گی۔ روایات میں "نودولت" شخص سے قرض لینا تک مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ اس میں احساسِ بلندی زیادہ ہوتا ہے بلکہ "نودولت امیر" اور نجیب وشریف فقیر خاتون میں معاملہ دائر ہو جائے تو فقیر سے عقد کرے کہ نودولت عورت بھی بنیادی طور پر فقیر ہی ہوتی ہے صرف دولت کے غرور کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

فرزند! اپنی زوجہ، دختر اور تمام اہل حرم خواتین کو گھر کے اندر رکھو اور بلا ضرورت نہ جانے دو کہ عورت قوتِ امتیاز کی کمزوری کی بنا پر دوسری عورتوں سے اثر قبول کر کے دین ودنیا دونوں کو تباہ کر سکتی ہے۔

اور دیکھو اپنی اولاد کی تربیت کا مکمل خیال رکھنا اور انہیں شرعی اور عقلی آداب سے آراستہ کرنا۔ یہ کبھی نہ سوچنا کہ ابھی بچے ہیں اور حکم خدا کے مخاطب نہیں ہیں کہ جن کی تربیت بچپن سے نہیں ہوتی ہے۔ ان کی تربیت بڑے ہو کر بھی مشکل ہو جاتی ہے۔

بچوں کو احکام دین، آثارِ شریعت کی تعلیم دو کہ بچپنے کا نقش محو نہیں ہوتا۔
قرآنِ مجید کے بعد معجزات کی کتابوں کی تعلیم دو کہ عقیدہ صرف موروثی نہ ہو بلکہ دلیل و برہان سے حاصل ہو۔

سب سے زیادہ خیال اس بات کا رکھو کہ بچّے گھر سے تنہا نہ نکلنے پائیں اور دوسروں کے ساتھ نہ کھیلنے پائیں اور کھیلیں تو اپنے ہی گھر میں کھیلیں کہ بچّوں کی طبیعت بہت جلد اثر قبول کرتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اغیار سے متاثر ہو جائیں۔ طلبِ علم کے مرحلہ میں بھی اپنے بچّے کو ضرورت سے زیادہ دوسرے بچّوں کے ساتھ نہ رہنے دو اور وہاں مذاکرہ اور مباحثہ کا انتظام کرو جہاں تیسرا دیکھنے والا ہو تاکہ اپنے ساتھی سے شیطنت اور فساد نہ سیکھ سکیں یہ تمام باتیں میں نے تجربہ کی بنا پر لکھی ہیں کہ بچپنے میں میرا ایک ساتھی انتہائی شریف اور شریف خاندان کا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی وجہ سے میں نے سگریٹ نوشی سیکھ لی اور اس کا خمیازہ آج تک بھگت رہا ہوں۔ جب چھوڑنے کا ارادہ کیا، عادت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی بیماری پیدا ہو گئی اور پھر ترک نہ کر سکا اور آج تک اس اثرِ صحبت کو برداشت کر رہا ہوں۔ اور خبردار بچّوں کو پیسے کا عادی نہ بنانا کہ اس میں بڑے عظیم مفاسد ہیں۔ ان کا دل دولت سے آشنا ہو جاتا ہے اور یہ محبت دل سے نہیں نکلتی پھر وہ اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ فسادِ اخلاق کا بدترین ذریعہ ہے۔

فرزند! خبردار اولاد لڑکا ہو یا لڑکی اسے اچھے کھانے کپڑے کا عادی نہ بنانا ورنہ اگر زمانہ نے ساتھ نہ دیا تو وہ سخت مصیبت میں پڑ جائیں گے اور اگر اوسط درجہ کے عادی رہے تو بہتر مل جانے پر خوش ہوں گے۔ اس بات کا خصوصیت سے خیال رکھنا کہ اولاد کی شادی ابتداءِ بلوغ ہی میں کر دینا کہ ان کا دین اور آبرو محفوظ رہے۔ اور کسی طرح کا فساد نہ پیدا ہو سکے۔ اس سلسلہ میں عزبت کا خیال نہ کرنا کہ پروردگار

نے رزق کا وعدہ کیا ہے۔

اگر تم نے میرے ان احکامات پر عمل نہ کیا تو میرے لیے عاق شمار ہو گے اور میری روح تم سے خوش نہ ہو گی۔

فرزند! میری تمام وصیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ معاش و معاد کے مسائل پر غور کرتے رہنا اور جو شرعاً بہتر ہو اسے اختیار کرنا، انجام کار نگاہ میں بہر حال رہے تاکہ پروردگار تمہیں جملہ پسندیدہ اعمال کی توفیق دے اور تمہارے مستقبل کو ماضی سے بہتر بنا دے۔

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن سید رمضان علی
اختر النساء بنت سید علی جان
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین
سید علی اظہر، سید شبیر حسن